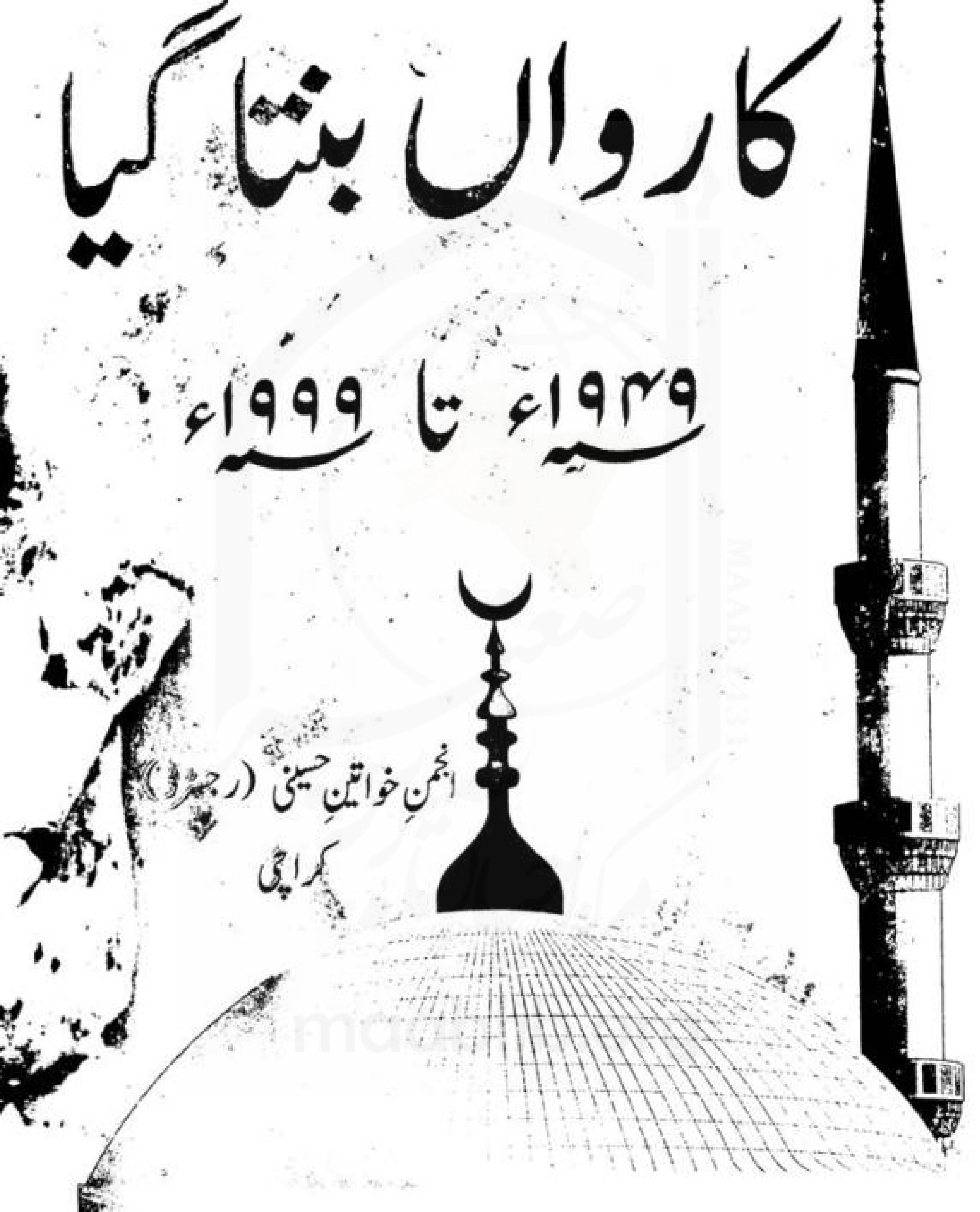
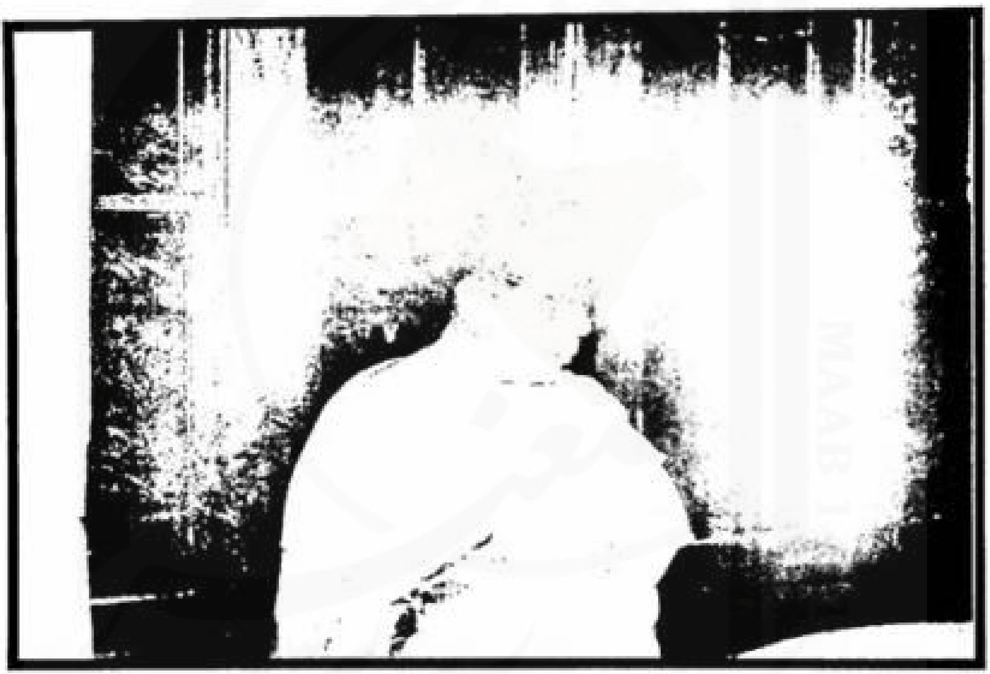
# کارواں بنتا گیا

## ۱۹۴۹ء تا ۱۹۹۹ء



انجمنِ خواتینِ حسینی (رجسٹرڈ)

کراچی



بیگم ظہیر علی رضا بانیٔ انجمنِ خواتینِ حسینی

# کارواں بنتا گیا

## ۱۹۴۹ء تا ۱۹۹۹ء

انجمنِ خواتینِ حسینی

پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس۔کراچی

# انجمنِ خواتینِ حسینی
# پچاس سالہ جشن

انجمن خواتینِ حسینی کی کارکردگی پر
عہدے داران' اہل قلم ممبران اور
رضاکاروں کے خیالات' تاثرات اور تبصرے

مرتبہ :بانیِ انجمن ظہیر علی رضا

# ☆ فہرستِ مضامین ☆


| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۱ | اداریہ......... ظہیر علی رضا | ۱ |
| ۲ | انجمنِ خواتین حسینی کی پچاس سالہ مختصر رپورٹ......... ظہیر علی رضا | ۲ |
| ۳ | امِ رسول اکرم ﷺ......... جناب سرشار صدیقی | ۱۰ |
| ۴ | جناب فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیھا کی پارسائی......... کوثر نسرین رضا | ۱۱ |
| ۵ | سیدۃ نساء العالمین فاطمہ الزھرا......... بیگم انتخاب حیدر | ۱۳ |
| ۶ | قصیدہ در مدح جنابِ فاطمہ الزہرا علیہا السلام......... کنیز زینب عابد نگیں | ۱۷ |
| ۷ | بحضور خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا......... شائستہ زیدی | ۱۹ |
| ۸ | مولا علی کے فضائل......... بیگم آغا علی عباس | ۲۰ |
| ۹ | قطعات......... عروج جبوری | ۲۵ |
| ۱۰ | کارواں امام عالی مقام......... عروج جبوری | ۲۷ |
| ۱۱ | قطعہ......... نجم آفندی | ۲۷ |
| ۱۲ | پردیسی......... نجم آفندی مرحوم | ۲۸ |
| ۱۳ | واقعہ کربلا کی خصوصیات......... ظہیر علی رضا | ۲۹ |
| ۱۴ | یٰلیتنی کنت معکم......... شائستہ زیدی | ۳۳ |
| ۱۵ | بحضور ثانیِ زہرا جناب زینب بنتِ علیؑ صلوٰۃ اللہ علیہا قصیدہ سے تخمیس......... سید حسن رضا حسن | ۳۸ |
| ۱۶ | کفر کے سمندر میں ایمان کا جزیرہ......... مسز کاظم | ۴۱ |
| ۱۷ | قصیدہ جناب فضہ......... آل رضا۔ رضا | ۴۴ |
| ۱۸ | خواتینِ اسلام......... ڈاکٹر صغرا اسدی (نئی دہلی) | ۴۷ |

| صفحہ نمبر | مضامین | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۵۲ | عزائے سید الشہدا علیہ السلام کی افادیت............سید علی رضا | ۱۹ |
| ۵۶ | مقصدِ قربانی..........افتخار اعظمی | ۲۰ |
| ۵۹ | اے حسینؑ..........نجم آفندی مرحوم | ۲۱ |
| ۶۱ | قطعات..........سید حسن رضا حسنؔ شاہجہانی | ۲۲ |
| ۶۳ | سید سجادؑ بسارِ کربلا..........قمر اعظمی | ۲۳ |
| ۶۹ | شیعیت اور عزاداری..........ڈاکٹر عطیہ خان (امریکہ) | ۲۴ |
| ۷۴ | مقصدِ عزاداری..........قمر اعظمی | ۲۵ |
| ۷۹ | عزاداری : چند ذاتی مشاہدات و تاثرات..........عذرا رضا۔ شکاگو | ۲۶ |
| ۹۲ | پیغام..........دختر دولت ہدایت اللہ | ۲۷ |
| ۹۳ | پیغام..........پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید | ۲۸ |
| ۹۴ | پیغام..........مسز صادق علی مرزا | ۲۹ |
| ۹۵ | پیغام..........حسینہ قزلباش | ۳۰ |
| ۹۶ | پیغام..........قمر اعظمی | ۳۱ |
| ۹۷ | پیغام اپنی بچیوں کا نام..........سکریٹری ظہیر علی رضا | ۳۲ |
| ۹۸ | بارگاہ حسینی سے میرا تعلق..........حسینہ کرار قزلباش | ۳۳ |
| ۹۹ | قطعات..........فضہ خورشید تاباںؔ | ۳۴ |
| ۱۰۰ | اسلام رہیگا..........نجم آفندی مرحوم | ۳۵ |
| ۱۰۳ | بموقع گولڈن جوبلی انجمنِ خواتینِ حسینی..........عامرہ رضا | ۳۶ |
| ۱۰۶ | پچاس سالہ جشن انجمنِ خواتینِ حسینی..........فضہ خورشید تاباںؔ | ۳۷ |
| ۱۰۷ | قطعہ..........خورشید تاباںؔ | ۳۸ |

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۳۹ | ایک مومنہ کا انجمن پر تبصرہ ......... بیگم زہرہ واجد | ۱۰۸ |
| ۴۰ | انجمنِ خواتینِ حسینی کے پچاس سال ......... بیگم انیس معین | ۱۰۹ |
| ۴۱ | ۵۰ سالا یادگار انجمنِ خواتینِ حسینی ......... انجم زیدی | ۱۱۳ |
| ۴۲ | حُسن اتفاق ......... کنیز زینب عابد نگیں | ۱۱۶ |
| ۴۳ | انجمنِ خواتینِ حسینی پر تبصرہ ......... مسز کاظم | ۱۱۸ |
| ۴۴ | چند اقوالِ زریں ......... مسز کاظم | ۱۲۱ |
| ۴۵ | انجمن خواتین حسینی حال کے آئینہ میں ......... جوہر ناصر حسین | ۱۲۳ |
| ۴۶ | امام بارگاہ کی اہمیت ......... فرحت زیدی | ۱۲۵ |
| ۴۷ | انجمن کی پرانی ساتھی ......... ساجدہ جعفر | ۱۳۱ |
| ۴۸ | دادا امی کی امامبارگاہ یا ہمارا دوسرا گھر ......... سکینہ رضا | ۱۳۳ |
| ۴۹ | حسینی درسگاہ ......... سید قاسم رضا | ۱۳۵ |
| ۵۰ | ایک روشن مثال ......... کنیز زینب عابد نگیں | ۱۳۸ |
| ۵۱ | باجی ظہیر سے متعلق گزرے واقعات ......... شاہدہ کاظمی | ۱۴۱ |
| ۵۲ | کچھ سنہری باتیں۔ بیگم علی رضا صاحبہ کا ایک انٹرویو ......... کنیز عابد نگیں | ۱۴۳ |

# اداریہ

بحمد اللہ اس رواں سال میں انجمن خواتین حسینی کو قائم ہوئے پورے پچاس سال ہو گئے۔ انجمن اپنی دیانت داری، خلوص اور پروقار مجالس و محافل کے سبب ترقی کے مناظر طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ آج شہر قائد کے اکثر و بیشتر گھرانے اس انجمن کی افادیت اور بہتر کارکردگی کے معترف ہیں۔ میں اپنی انجمن کے تمام کارکنوں کی مشکور ہوں جو سب کی محنت، کوشش اور دیانت داری سے آج اس انجمن کو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ بیشتر مومنات اس انجمن کی کارکردگی کی تعریف کرتی ہیں اور اس انجمن کی مثال پیش کی جاتی ہے یہ سب رب العزت کی دی ہوئی عزت کی بدولت ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس بارگاہ میں پنجتن پاک تشریف لاتے ہیں اسی وجہ سے اتنی رونق اور محافل و مجالس کامیاب ہیں اور مومنات جوق در جوق تشریف لاتی ہیں۔ اراکین انجمن سب کے شکر گذار ہیں۔ خداوند عالم حق محمد ﷺ و آل محمد ﷺ تمام شرکاء اور ذاکرین، مرثیہ خواں، قصیدہ خواں مومنات کو صحت و عافیت کے ساتھ یہاں شرکت کرنے کے جذبے کو قائم رکھے۔ سب اسی طرح شرکت کر کے اس بارگاہ کی رونق بنتی رہیں اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سب کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین۔

ظہیر علی رضا اکتوبر ۱۹۹۹ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انجمن خواتین حسینی کی پچاس سالہ مختصر رپورٹ

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو جو لوگ پاکستان آنا چاہتے تھے ان کے لئے گورنمنٹ نے انتظام کیا۔ پہلی ٹرین ۹ اگست کو روانہ ہوئی جس میں بھائی اختر عباس مرحوم روانہ ہوئے اور جو ۱۲ اگست کو چلی اور ۱۵ اگست کو کراچی پہنچی اس میں ہم لوگ آئے۔ گورنمنٹ نے رہائش کے لئے چھوٹے چھوٹے کوارٹر تعمیر کرائے تھے اور ہر کس کو بھی دیواریں کھڑی کر کے گھر بنادئے تھے۔ علی رضا صاحب کو گارڈن میں کوارٹر ملا تھا۔ علی رضا صاحب کے دوست شوکت صاحب کو جٹ لینڈ لائن میں ملا تھا جو اچھا خاصا بڑا تھا۔ حامدہ شوکت میری دوست تھیں۔ ان کا ایک ہی لڑکا تھا یہ گھر ان کے لئے بڑا تھا۔ ہم دونوں نے گھر بدل لیا۔ وہ گارڈن چلے گئیں اور میں جٹ لینڈ لائن آ گئی۔ محلہ میں جو عورتوں سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا قرب وجوار میں بہت سے شیعہ خاندان رہتے ہیں محرم میں میرے گھر عزاداری ہوتی تھی۔ مجلسیں شروع ہوئیں دن بہ دن مجمع بڑھتا گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دروازے تک خواتین کھڑی رہتیں۔ محسوس کیا کہ جگہ بڑھانی چاہیے۔ باہر نکلی تو دیکھا کہ گھر کے پیچھے ایک بڑی سی چار دیواری ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا مکان بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ دہلی کا ایک خاندان "سوئی والاں" اس پر قابض ہے۔ زینب نامی خاتون نے جو اس مکان میں رہتی تھیں بتایا کہ اس چار دیواری کے پیچھے ایک بڑا شیڈ پڑا ہوا ہے جو کافی بڑا ہے صحن بھی ہے۔ دو دروازے ہیں ایک بڑا گیٹ ہے اور دوسرا چھوٹا دروازہ۔ میں جگہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور طے کیا کہ مجلس میلاد وہیں کرینگے۔ اسی دن سے پروگرام ہونے لگے اور امام بارگاہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔ جب گورنمنٹ کو اطلاع ہوئی تو پولیس خالی کرانے کیلئے آنے لگی۔ ہم دن بھر اور عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہتے اور پولیس آتی تو ہم کہتے یہ مذہبی ادارہ بن گیا ہے وہ چلے جاتے ایسے کئی دور چلتے رہے۔

آخر ش معاملے کو آگے بڑھایا ہمت کی اور چند عورتوں کا ایک وفد لیکر منسٹری برائے مہاجرین پہنچ گئے۔ خواجہ شہاب الدین منسٹر تھے ان سے ملاقات کی اور ایک درخواست پیش کی کہ سکھوں کا چھوڑا ہوا ایک شیڈ معہ چار دیواری کے جٹ لینڈ میں ہے جس میں ہم خواتین مجالس و میلاد کرتے ہیں ہمیں دے دیا جائے۔ خواجہ صاحب بہت ہی شریف انسان

تھے۔ کہا ٹھیک ہے آپ اپنے پروگرام کیا کریں کوئی خالی کرانے نہیں آئیگا۔ ہمیں اطمینان ہو گیا۔ ہر امام کی پیدائش کی تاریخ میلاد اور وفات پر محافل و مجالس ہونے لگیں۔ ۱۹۴۹ء میں ایک انجمن قائم کی جس کا نام "انجمن خواتین حسینی" رکھا گیا۔ سبز رنگ کے بیج بنائے گئے جن پر کڑھائی سے "انجمن خواتین حسینی" لکھا گیا۔ ایک رضا کار دستہ بنایا گیا جو اتنا منظم تھا کہ دوسری جگہ انتظام اور ماتم کے لئے بلایا جانے لگا۔ نظم و ضبط شروع ہی سے ایسا قائم کیا گیا تھا کہ کسی قسم کی گڑبڑ یا شور و غل نہ ہونے پائے۔

انجمن خواتین حسینی کی پہلی صدر بیگم نقی الحسن صاحبہ کو بنایا گیا تھا ہم کو سکریٹری اور زہرا اقبال کو خزانہ سکریٹری' اختر آغا کو جوائنٹ سکریٹری۔ کچھ عرصے بعد بیگم نقی الحسن صاحبہ گر گئیں پھر وہ اس قابل نہ رہیں کہ چل پھر سکیں۔ کمی پورا کرنے کے لئے قمر ہادی مرحومہ کو نائب صدر بنایا گیا۔ میں نے تجویز پیش کی کہ محمود باقر کو صدر بنایا جائے جو لکھنؤ سے تشریف لائی تھیں۔ بہت اچھی ذاکرہ بھی تھیں اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور تائید کی۔ محمود باقر صاحبہ سے درخواست کی گئی جس کو انھوں نے قبول کرلیا۔ ۱۹۵۱ء میں موصوفہ صدر منتخب ہو چکیں تھیں انجمن کے عہدہ دار حسب ذیل تھے۔

صدر محمود باقر' نائب صدر بیگم زوار حیدر' سکریٹری بیگم علی رضا' جوائنٹ سکریٹری بیگم آغا حیدر رضا اختر صاحبہ' خزانہ سکریٹری بیگم علی عباس۔

ممبران: بیگم مصطفیٰ مرزا' بیگم عون محمد' والدہ ابوالحسن' زہرا اقبال' بیگم احمد سلطان' بیگم ظہیر حسن' بیگم آل حسن' قمر ہادی اور ساجدہ سلمہا۔

جٹ لینڈ لائن میں ۱۹۴۹ء تک تمام پروگرام منعقد ہوتے رہے لیکن پریشانی کے ساتھ اس کی وجہ یہ تھی کہ زینب جن کا ذکر پہلے آچکا ہے ان کے چار بھانجے تھے۔ جب انھیں پتہ چلا کہ عورتوں نے انجمن بنائی ہے تو انھوں نے بھی "سپاہ حسینی" کے نام سے مردانی انجمن بنائی اور مردانے پروگرام شروع کر دیے۔ ضرورت کا سامان مثلاً دریاں' چاندنیاں' مٹکیاں' گلاس' پیالیاں وغیرہ جو ہم نے خریدا تھا اسکو استعمال کرتے اور بغیر صفائی کے رکھ دیتے۔ جب ان سے کہا گیا کہ آپ

صفائی کروا کے رکھیں تو جائے نادم ہونے کے ناروا زبان استعمال کرتے جو برداشت سے باہر تھی حساب کتاب میں بھی بہت گڑبڑ کرتے تھے۔ ہمارے ممبران بہت پریشان ہوتے لہذا یہ طے کیا گیا کہ کہیں زمین لی جائے اور علیحدہ زنانہ امام باڑہ بنایا جائے۔

۱۹۵۳ء میں ہم پی۔ای۔سی۔ایچ منتقل ہو چکے تھے وہاں ایک قطعہ اراضی گورنمنٹ ملازمین کو مسجد و امام بارگاہ کے لئے مل گئی تھی۔ ایک درخواست سب کی رائے سے لکھی کہ ہمیں مجلس' میلاد کرنے کی اجازت پلاٹ پر دی جائے اجازت مل گئی اور ہم لوگوں نے شامیانہ اور قنات لگا کر پروگرام شروع کر دیئے۔ جٹ لینڈ کا سارا سامان وہاں کے لوگوں نے رکھ لیا اور ہم کو برا بھلا بھی کہا۔ ہم نے خاموشی اختیار کی پلاٹ پر محفلیں منعقد کرنے سے خرچ بہت ہوا جو سوسائٹی کے رہنے والوں نے برداشت کیا۔ ہم نے مردوں سے یہ بھی اجازت مانگی کہ ہمیں اجازت دے دیں ہم امام بارگاہ بنا لیتے ہیں آپ بھی استعمال کریں اور ہم بھی مگر اجازت نہیں دی دوسری تجویز کے تحت ایک پلاٹ لینے سوسائٹی آفس گئے۔ امام احمد صاحب سے ملے جو اس سوسائٹی کے بانی تھے اور چیئرمین بھی۔ ان سے پلاٹ کی درخواست کی تو کہا ایک پلاٹ امام باڑے کے لئے دیا جا چکا ہے وہی آپ لوگ لے لیں ہم نے مناسب نہیں سمجھا' مردوں نے نہ خود بنایا نہ ہمیں دیا اور بالآخر وہ منسوخ کر کے وہاں پلے گراونڈ بنا دیا گیا۔

تب طے ہوا کہ ایک پلاٹ خریدا جائے اور اس پر امام بارگاہ بنائی جائے میٹنگ ہوئی۔ سب ممبران کے ذمہ لگا دیا گیا کہ اپنے علاقے میں چندہ جمع کریں۔ سب نے کوشش کی محمود باقر اور میں سکھر بائی یعنی بیگم محمد علی حبیب کے گھر گئے سکھر بائی بہت اچھی خاتون تھیں خدا مغفرت کرے۔ ہم سے معلوم کیا کہ آپ کے پاس کتنی رقم ہے میں نے کہا ڈھائی ہزار انھوں نے ڈھائی ہزار دیئے۔ ہماری رقم پانچ ہزار ہو گئی۔ دوسرے دن بروکر کو بلایا ایک پلاٹ چاہئے اس نے بہت سے پلاٹ دکھائے لیکن ہمیں موجودہ امام باڑے کی زمین اس لئے پسند آئی کہ مردانی زمین کے نزدیک ہے۔ ضرورت کے وقت ان سے بھی اجازت لیکر استعمال کر لینگے۔ زمین خرید لی گئی۔ نقشہ تیار ہوا۔ ۲۰ جمادی الثانی کو بیگم داؤد ناصر مرحوم کے دست مبارک سے بنیاد رکھی گئی۔ ان کی صاحبزادی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ انھوں نے کچھ رقم عنایت کی اور اراکین انجمن نے

بھی تمام ممبران سے بھی عطیات جمع کرنے کے لئے کہا گیا جب اتنی رقم جمع ہو گئی کہ عمارت بن سکے اور چھت ڈالی جا سکے تو تعمیر شروع ہو گئی اور جلد ہی عمارت تیار ہو کر چھت پڑ گئی۔ اسی دوران مریم باجی جو انجمن کی ممبر تھیں کے شوہر پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ کام پر جانے سے معذور ہو گئے۔ سرکاری مکان خالی کرنے کے آرڈر آ گئے وہ کہیں دور مکان لینے جا رہی تھیں۔ ایک میٹنگ کی گئی کہ مریم باجی سے کہا جائے کہ اگر وہ رہنا چاہیں تو اس بارگاہ میں رہ سکتیں ہیں۔ وہ تیار ہو گئیں۔ اپنی حتی الامکان کوشش سے اس نا تمام عمارت کو رہنے کے قابل بنا دیا گیا۔ اور مریم باجی وہاں رہنے لگیں انھوں نے کوشش' محنت سے بارگاہ کو سنوار اور چار چاند لگا دیئے سب اراکین تو وقت پر جاتے لیکن وہ پہلے سے ہر چیز تیار کر لیتی تھیں سچ تو یہ ہے کہ مریم بہن کی محنت اور سلیقہ نے اس بارگاہ کا وقار بلند کیا۔

جب عمارت مکمل ہو گئی تو دوسری منزل کے لئے کوشش شروع ہوئی مومنات نے بہت حصہ لیا وہ بھی مکمل ہوئی۔ محسوس ہوا کہ یہ بھی یعنی دوسری منزل بھی پوری نہیں پڑتی تو تیسری منزل کے لئے ارادہ کیا اوپر ہی بڑے بڑے چولھوں کا ایک باورچی خانہ بنایا جہاں باورچی فاقہ شکنی کا کھانا پکاتے ہیں تیسری منزل پر چھت نہیں پڑ سکتی تھی اس لئے شیٹس استعمال کی گئیں۔ تیسری منزل کی تعمیر میں زیادہ حصہ ہماری ممبر خیر النسا کے بھائی چودھری عابد حسین کا ہے۔ یوں تو اس بلڈنگ کی تیاری میں سب نے حصہ لیا لیکن کچھ ہستیاں ایسی ہیں جن کو یاد رکھنا چاہئے بہت سی اب ہم میں موجود نہیں خدا ان کی مغفرت کرے۔ مثلاً سکھر بائی' بیگم محمد علی حبیب' لیڈی ہارون' دولت ہدایت اللہ' حاجی غلام حسین جیٹھا بھائی گوکل' سید ظفر علی صاحب' رباب بانو' بیگم نقی الحسن' بیگم نواب ابوالحسن' صفیہ بائی' ای جی' ولی بھائی' چودھری عابد حسین' مسز گوہر اور تمام مومنات کی شرکت سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔

اس انجمن کی سب سے بڑی خصوصیت ایمانداری اور محنت ایک دوسرے پر اعتماد اور آپس کی ہم خیالی ہے یہ نہیں کہ کسی بات پر اختلاف نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا لیکن بات وہی مانی جاتی ہے جو زیادہ لوگ کہتے ہیں ہم سب ایک دوسرے سے مطمئن ہیں اس لئے اراکین میں تبدیلی بھی بہت کم ہوتی ہے۔ ۱۹۴۸ء سے میں سکریٹری رہی۔ ۱۹۶۴ء میں مجھے اسلام آباد جانا پڑا تب صالحہ باقر کو سکریٹری بنایا گیا۔ جب صالحہ باقر باہر چلی گئیں تو کلثوم زیدی کو بنایا گیا۔ ۱۹۹۴ء میں انکا انتقال

ہو گیا تو پھر مجھے بنایا گیا۔ بیگم اظہار عباس کو خزانچی ۱۹۵۲ء سے بنایا گیا ہے جو خوش اسلوبی سے حساب کتاب رکھتی ہیں۔ سب نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ ۱۹۹۹ء تک وہی خزانچی ہیں۔ بہت مستعدی سے ہر کام کرنے کو تیار رہتی ہیں اراکین انجمن کے ذمہ مختلف کام ہیں جو سب پورا کرتے ہیں۔ کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے اس انجمن کی ساکھ ایسی قائم ہو گئی ہے جو مثالی ہے یہ سب قائداعظم محمد علی جناح کے اس قول پر عمل سے حاصل ہوا ہے جو انھوں نے پاکستان بننے کے بعد اپنی قوم کو نصیحتاً فرمایا تھا یعنی "ایمان' اتحاد' تنظیم" اور دوسرے "کام' کام اور کام"۔ بقول شاعر مشرق اقبالؔ :۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اراکین انجمن نے شروع سے اس پر عمل کیا اور کر رہے ہیں اور خدا سے دعا ہے کہ آیندہ نسلیں بھی اسی پر عمل کرتی رہیں اور ایسا ہی اتحاد' محبت و یکجہتی قائم رہے جس پر اب تک یہ انجمن قائم ہے۔ آمین۔ ثم

انجمن کے مقاصد میں علاوہ عزاداری' معصومین علیہم السلام کے ولادت اور وفات کی تاریخوں پر محافل و مجالس کے دین اسلام سے آگاہی اور بچوں میں دینی تعلیم کا انتظام بھی شامل تھا اس لئے بارگاہ میں دینی درسگاہ قائم کی گئی۔ بیگم منظور مرحومہ نے شروع میں بغیر معاوضے کے تعلیم دی اسکے بعد ایک استانی کو تنخواہ دیکر رکھا گیا۔ شروع میں جو بچوں نے تعلیم مکمل کرلی تھی وہ چلے گئے دوسرے بچے بہت کم آنے لگے اس لئے اب اس سلسلے کو بند کرنا پڑا۔ ملک میں کسی ہنگامی حالت میں ہماری انجمن ہمیشہ مدد کرتی ہے۔ مثلاً ۱۹۵۶ء میں خیرپور کا سنی شیعہ فساد' اور ۱۹۷۱ء کی جنگ' ایران کے زنزلے سے متاثرین کی امداد اور دیگر وقتی مسائل میں مناسب خرچ کرتی ہے کچھ عرصہ پہلے اتفاق سے ایک بچہ بارگاہ کی چھت سے گر گیا اس کے علاج کا پورا خرچ انجمن نے اٹھایا۔ انجمن چاہتی ہے ہمارے بچے تعلیم سے آراستہ ہوں اس لئے بچوں کی تعلیم کے لئے خرچ کیا جاتا ہے آج کل ۳۰ بچوں کا تعلیمی خرچ انجمن پورا کر رہی ہے۔

انجمن خواتین حسینی میں بہت سی ذاکرات نے مجلسیں پڑھیں لیکن کچھ نے زیادہ حصہ لیا مثلاً ڈاکٹر شمیم رضوی' شائستہ زیدی' صغیر فاطمہ' مسز گوہر' مبارک بانو (پنڈی)' صادقہ بیگم اور آج کل ۱۹۹۱ء سے شہربانو والا جاہی اس بارگاہ کا

عشرہ اول پڑھتی ہیں اور تیاری سے پڑھتی ہیں مجمع اتنا ہو جاتا ہے کہ کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے اوپر نیچے کے دونوں ہال بھر جاتے ہیں گلی میں شامیانہ اور قناتیں لگا کر عورتوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ تمام سال کے دوسرے پروگراموں میں دوسری ذاکرات بھی پڑھتی ہیں جن میں قمر مبارک سرفہرست ہیں۔ لوگ انھیں بھی بہت پسند کرتے ہیں۔ مرثیہ خواں بھی بہت اچھی طرح ہماری خواہش کو پورا کرتی ہیں۔ جو مرثیہ خواں شروع سے پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے ہیں ان میں بیگم زاہد فتحپوری' نور جہاں' انجم زیدی' نگہت حسن شامل ہیں قصیدہ خوانی میں نگہت حسن اور زرینہ جعفری سال بھر شرکت کرتی ہیں خوب جوش سے پڑھتی ہیں کہ محفل گرم ہو جاتی ہے نئے لوگ بھی آتے رہتے ہیں ڈاکٹر شمیم رضوی نئی لڑکیوں کو ذاکری سکھا رہی ہیں جو امید ہے کہ انشاءاللہ ضرور آگے آئینگی۔

ابتدا سے اب تک انجمن کو بہترین کارکن ملتے رہے ایک دو دولت مند بھی۔ رباب بانو مرحومہ جو اس انجمن کی نائب صدر تھیں ہم انھیں سیٹھانی کہتے تھے آپ ہماری انجمن کی اسی طرح مددگار ہیں جیسے جناب حضرت خدیجہ اسلام کی مددگار تھیں۔

موجودہ انجمن کی ممبر خیر النساء ایسی ہستی ہیں جو اچھے مشورے بھی دیتی ہیں اور پیسہ بھی خرچ کرنے کو تیار رہتی ہیں محرم کے عشرۂ اول کا پورا خرچ اٹھانا چاہتی تھیں لیکن اس میں دیگر اراکین انجمن کی بھی شرکت ہوتی ہے اس لئے طے ہوا کہ آدھا خرچ وہ دینگی اور آدھے میں سب کی شرکت ہوگی جس میں میں بھی شامل ہوں۔ میں نے اپنے گھر کی عزاداری اسی بارگاہ میں منتقل کر دی ہے۔ مسز کاظم ہماری انجمن کی نائب صدر ہیں تعلیمی اخراجات انھیں کے ذمہ ہیں یہ ایک فنڈ ہے جس سے تمیں بچوں کی فیس' یونیفارم اور کتابوں کا انتظام کرتی ہیں۔ اس انجمن کو قائم ہوئے پچاس سال ہو گئے۔ انجمن اس کوشش میں ہے کہ مجالس و محافل کے علاوہ دوسرے ایسے کام کئے جائیں جو قوم کی فلاح و بہبود کے ہوں تھوڑے بہت کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر بڑے پیمانے پر اب گولڈن جوبلی کے موقع سے شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ اب میں الگ الگ گذرے ہوئے اراکین اور موجودہ کا ذکر کرونگی۔

## مرحومین :

محمود باقر : ۱۹۵۱ء میں انڈیا سے تشریف لائیں اس انجمن کی صدر رہیں۔ اس وقت کے لحاظ سے بہترین مجالس پڑھتیں۔ ان کی انکساری' اخلاق' محبت' تہذیب اور شفقت کا جذبہ سب کو بہت پسند تھا۔ انجمن نے ان سے بہت مدد حاصل کی۔ خدا مغفرت کرے۔

رباب بانو : انجمن کی نائب صدر رہیں۔ انجمن کی مدد کرتیں۔ دولت کافی تھی کہتی تھیں ۴/۱۱ انجمن کو دے جاؤنگی ایکدم ہارٹ فیل ہو گیا۔ بھتیجا لندن سے آیا سب بیچ گیا پتہ نہیں دولت کہاں گئی۔ کئی سال تک کسی نے فاتحہ بھی نہ دلوائی۔ بلکہ اب انجمن سورۂ فاتحہ پڑھواتی ہے ان دونوں کے بچھڑ جانے سے اراکین انجمن کافی رنجیدہ رہیں مگر پروردگار عالم کوئی نہ کوئی انتظام کر دیتا ہے اور نئے لوگ آجاتے ہیں۔

کلثوم زیدی : کافی عرصہ سکریٹری رہیں۔ اپنی خرابی صحت کے باوجود کافی عرصہ تک انجمن میں شریک رہیں اور کام کرتی رہیں۔

باجی کنیز شبیر' کنیز زینب اور مصطفائی بیگم تینوں بہنیں تھیں : سب کا اخلاق بہت اچھا تھا کنیز شبیر کی بہترین رائے ہوتی تھی کنیز زینب بہت اچھا مرثیہ اور قصیدے پڑھتیں اور ہر وقت انجمن کی خدمت کے لئے تیار رہتیں۔ مصطفائی بیگم سوز خوانی بہت اچھی کرتی تھیں۔

پچھلے اراکین میں سے ہم صرف پانچ افراد باقی ہیں۔ ہم' مریم بہن' چندن' بیگم عباس اور ساجدہ موجود ہیں۔ ساجدہ نے گھر بہت دور لیا ہے۔ مگر ہر میٹنگ اور ہر محفل و مجلس میں شریک رہتی ہیں اراکین کی تعداد ۲۲ ہے جو خلوص سے خدمت انجام دے رہی ہیں۔ لیکن یہ فکر ہم سب کو ہے کہ آج کل بچیوں میں خدمت کا جذبہ نظر نہیں آتا کس طرح ان کو ابھارا جائے۔ اسی سلسلے میں ایک اور ہستی کا ذکر ضرور کرونگی وہ ہیں باقر میاں مرحوم۔ یہ مریم بہن کے پاس بہت عرصے سے رہتے تھے بہت محنتی ہستی تھے۔ سارا بارگاہ کا کام وہی کرتے تھے۔ خداوند عالم غلامانِ امام میں محصور فرمائے۔

میں انجمن کی خزانہ سکریٹری رشیدہ بانو عرف چندن کا ذکر کروں گی جو ۱۹۵۴ء سے اب تک خزانچی ہیں بڑی ایمانداری سے اپنی ذمہ داری انجام دے رہی ہیں اگرچہ وہ سرکاری نوکری بھی کرتی تھیں لیکن پابندی سے امام بارگاہ بھی آتی اور حساب کتاب رکھتی تھیں اور رکھتی ہیں۔

سب سے پہلے ہم اراکین انجمن کو اس خوشی میں کہ انجمن کے پچاس سال مکمل ہوئے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم دین کی اشاعت و ترویج میں اسی طرح کوشاں رہیں (جس کے لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی تو اپنی بلکہ پورے کنبہ کی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا)۔

موجودہ مجلس انتظامیہ میں ۲۲ اراکین ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| صدر | ...... | دولت ہدایت اللہ۔ |
| نائب صدر | ...... | مسز کاظم |
| سکریٹری | ...... | ظہیر علی رضا |
| جوائنٹ سکریٹری | ...... | نسرین رضا |
| خزانہ سکریٹری | ...... | بیگم اظہا عباس یعنی رشیدہ بانو عرف چندن |

ممبران : بیگم ڈاکٹر میرزا (مریم بہن)، مسز حیدر، پروین زیدی، کلثوم، ذوالفقار، فہمیدہ، لئیق گوہر، منصور، ممتاز بیگم عباس، خیر النساء، کبرا بہن، بیگم شاکر، ساجدہ، سطوت، فضہ، خورشید، صفیہ قزلباش، نگہت عباس، طاہرہ ولی۔

تمام اراکین انجمن کی میں شکر گزار ہوں جو نہایت محنت اور جاں فشانی سے تمام کام انجام دے رہی ہیں۔

(قوم سے التماس ہے کہ ہماری مرحومین ساتھیوں کے لئے ایک سورۂ فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچائیں۔ شکریہ)

خادمہ قوم

ظہیر علی رضا نومبر ۱۹۹۹ء

جناب سرشار صدیقی

## ام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ نور کے ظہو کا تھا
کائنات انتظار شوق میں تھی
اور تخلیق کائنات کا راز
صورت انتظار چاہتا تھا
قبلہ عرش و فرش کے اطراف
کعبہ اذن طواف چاہتا تھا
اور وہ راز تیری ذات میں تھا
لوح محفوظ عرش کی مانند
کلمہ اعتبار کی صورت
جسکا سایہ نہ ہو گا اس کے لئے
تیرے سائے کا انتخاب ہوا
فیصلہ ہے نظام قدرت کا
تیرا ام نبی خطاب ہوا
شاخ لازم ہے پھول سے پہلے
تیری تخلیق ناگزیر ہوئی
دوجہاں رسول سے پہلے
اور تجھ سے جبرائیل ہم کلام ہوا
آیتوں کے نزول سے پہلے

کوثر نسرین رضا

# جنابِ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیھا کی پارسائی

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر پر گئے۔ اس دوران جنابِ فاطمہ زہرا کے پاس دو چاندی کے کنگن دو گوشوارے اور ایک ہار کا اضافہ ہو گیا۔ رسولِ خدا ﷺ حسبِ معمول سفر سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے خانۂ زہرا میں تسریف لائے۔ لیکن فوراً ہی غصے کے عالم میں گھر سے باہر آئے اور مسجد میں جا کر منبر کے پاس بیٹھ گئے۔

جنابِ فاطمہ زہرا سمجھ گئیں کہ رسول خدا ﷺ کا یہ برتاؤ کنگن، گوشواروں اور ہار کی وجہ سے ہے آپ نے فوراً یہ تمام چیزیں آپ ﷺ کی خدمت میں بھجوا دیں اور فرمایا کہ "یہ چیزیں راہِ خدا میں صرف کر دیجئے"۔

جب قاصد نے یہ پیغام پہنچایا تو رسولِ خدا ﷺ نے تین دفعہ فرمایا "فاطمہ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اس کا باپ اس پر فدا ہو"۔

اس طرح آنحضرت ﷺ نے آرائش و زینت سے پرہیز کا درس دیا اور جناب فاطمہ زہرا نے اس کے احکام کی فوراً اطاعت کو ظاہر کیا۔

جنابِ فاطمہ زہراؑ کی نظر میں عورت کی بہترین صفت

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف رخ

کر کے فرمایا۔

"اخبرونی ای شئی خیر للنّساء" "مجھے بتاؤ کہ عورتوں کیلئے کونسی چیز سب سے زیادہ بہتر ہے"؟

کوئی شخص اس سوال کا جواب نہ دے سکا بعد ازاں سب اِدھر اُدھر ہو گئے حضرت علی علیہ السلام گھر تشریف لائے اور جناب فاطمہ زہرا سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ جناب فاطمہ زہرا نے فرمایا "مجھے اس کا جواب معلوم ہے"۔

"خیر للنّساء ان لایرین الرجال و لایراهن الرجال" "عورتوں کیلئے سب سے بہتر ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ ہی انہیں مرد دیکھیں" جب حضرت علی مسجد پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ جواب سنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "تم نے اس وقت جواب نہ بتایا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس سوال کا جواب کس نے بتایا؟"

حضرت علی نے فرمایا کہ "فاطمہ نے یہ جواب دیا ہے"۔

رسولِ خدا ﷺ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا "ان فاطمه بضعة منی" "بلاشبہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے"۔

(چودہ معصومین کی بہترین داستانیں)

نظم انتخاب حیدر

# سیدۃ نساء العالمین
## فاطمۃ الزھرا

لقب : سیدہ۔ طاہرہ۔ زھرا

ولادت : ۲۰ جمادی الثانی۔ مکہ معظمہ

شہادت : ۳ جمادی الثانی۔ مدینہ منورہ

مدت حیات : ۱۸ سال

وجہ شہادت : اُفتادنِ دَرو پہلو شکستن

جائے دفن : جنت البقیع۔ مدینہ منورہ

حضرت فاطمہ زہرا خداوندِ عالم کے پیارے نبی افضل المرسلین خاتم النبیین رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اکلوتی اور محبوب صاحبزادی تھیں۔ بقول حضرت امام جعفر صادقؑ آپ کے نو نام ہیں فاطمہ، صدیقہ، طاہرہ، زہرا، سکینہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، اور مبارکہ۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو سیدہ نساء العالمین کا خطاب عطا فرمایا۔

اسلام میں چار عورتیں ایسی گذری ہیں جن کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ ان میں حضرت سارا زوجہ ابراہیمؑ، حضرت آسیہ زن فرعون، حضرت مریمؑ مادر حضرتِ عیسیٰؑ اور شہزادی کونین دختر رسول ﷺ حضرت فاطمہ زہرا جن کا مرتبہ تمام بیبیوں میں سب سے افضل ہے۔

فاطمہ زہرا کے نام کی معجز نمائی تو ہم اس معجزے سے لگا سکتے ہیں جس کی بدولت کتنے ہی لوگوں کی حاجتیں بر آتی ہیں۔ اس معجزے کو ہم "بی بی سیدہ کی کہانی" کے نام سے پہچانتے ہیں اس روایت کے مطابق عالم اسلام میں بیک وقت پانچ سو یہودیوں کو مسلمان کرنے کا سہرا صرف آپ ہی کے سر جاتا ہے۔

تیرہ (۱۳) معصومین جو ستاروں کی مانند ہیں ان میں فاطمہ الزہرا کی ذات چودھویں کا چاند ہے۔ پروردگار عالم نے اس مجموعہ کے گھرانے کی شان میں سورہ دہر نازل فرمائی۔ حدیث کساء میں حضرت جبرائیل نے جب پوچھا کہ اہل کساء کون لوگ ہیں تو خداوندِ عالم نے فرمایا:

"وہ اہل بیتِ نبوت اور معدن سالت ہیں
وہ فاطمہ زہرا ان کے پدر بزرگوار
ان کے شوہر نامدار اور ان کے دونوں فرزند ہیں"

خدائے بزرگ و برتر نے فاطمہ کی ذات سے ہی تمام اہل کساء کو پہچنوایا۔ نصرانیوں کے ساتھ مباہلہ کیلئے رسول کریم ﷺ گئے تو انھوں نے صرف اپنے مردوں ہی کو ساتھ نہیں لیا بلکہ اپنی لختِ جگر معصومہ عالم فاطمہ زہرا کو بھی اپنے ساتھ لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ذاتِ پاک کی اہمیت عورت ہونے کے لحاظ سے کسی طور کم نہیں بلکہ ایک مکمل عورت کی شکل میں میدان مباہلہ میں پہنچی۔

دنیا کو فاطمہ کی عظمت بتانے کے لئے آنحضرت کا یہ نمونۂ عمل واضح ہے کہ اگر آپ سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں بی بی فاطمہ سے رخصت ہوتے اور سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ کی لاڈلی آپ کے پاس آتیں تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی بی بی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہ آپ کی بیٹی ہیں آپ ان کی تعظیم کیوں کرتے ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں سید المرسلین ہوں اور میری بیٹی سیدہ نساء العالمین ہے اس لئے اک سردار کو دوسرے سردار کی تعظیم کرنا چاہیئے جس نے میری اس پارہ جگر کے فضل و شرف کو نہ پہچانا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ آنحضرت نے کئی مرتبہ فرمایا فاطمہ زہرا میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا گویا خدا کو خوش کیا۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا یا اُسے تکلیف دی گویا اس نے مجھے ناراض کیا اور مجھے تکلیف دی وہ شخص عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

جناب فاطمہ زہرا کی عبادت کی کوئی حد نہیں ہے مگر وہ عبادت ان کے دنیاوی فرائض کی ادائیگی میں حارج نہیں ہوئی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ چکی پیستی ہوتیں اور آیات قرآنی خوش الحانی سے پڑھتی ہوتیں۔ ننھے بچے کے جھولے کی ڈوری آپ کے ہاتھ میں ہوتی اور آپ آیات کریم کا ورد کرتی ہوتی تھیں۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں رسولِ خدا ﷺ کی جس طرح رفیق و معاون فاطمہ رہیں اس کی ایک الگ ہی اہمیت ہے۔ رسولِ خدا ﷺ کو اسلام پھیلانے میں جن صعوبتوں اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ان سب موقعوں پر سب سے زیادہ فاطمہ ان کی دلدہی اور معاونت کرتی نظر آتی ہیں جب کافر آپ کے ساتھ بے ادبی کرتے آپ بیقرار ہو جاتی تھیں اور فوراً تڑپ کر پہونچتیں اور نہ صرف آپ کی دلدہی کرتیں بلکہ ہر دفعہ یہ بھی فرماتی تھیں کہ "بابا آپ حق پر ہیں" بچپن میں بھی آپ اسلام کی تعلیم تبلیغ و اشاعت سے شغف رکھتی تھیں اس لئے وہ ہمیں ایک اطاعت گذار عاشق زار' غمگسار بیٹی نظر آتی ہیں۔

جناب سیدۃ نساء العالمین نہ صرف اک بے مثال بیٹی تھیں بلکہ دوسری طرف ایک فرض شناس رفیقِ حیات تھیں جو نہ صرف شوہر کے ہر دکھ سکھ میں شریک رہیں بلکہ دنیاوی رنج و آلام صعوبتوں اور ناانصافیوں کے اُٹھانے میں ان کی پوری مددگار تھیں۔ انکا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ وہ جناب شیر خدا سے کبھی کوئی فرمائش نہ کرتی تھیں۔ یہ تو دور کی بات ہے

آپ تو فاقوں اور تنگدستی میں بھی حضرت علی کو تسلی دیتی تھیں تب ہی تو حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ فاطمہ جنت کا ایک ایسا پھول تھیں کہ جس کے مرجھانے کے بعد بھی میرا دماغ اسکی خوشبو سے اب تک معطر ہے۔

اگر ماں کے روپ میں آپ کو دیکھا جائے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ آغوش میں حسین ہیں اور چکی پیستی جا رہی ہے اگر تربیت فاطمہ دیکھنی ہے تو میدانِ کربلا اور کوفہ و شام کے بازاروں کو دیکھا جائے۔

جناب فاطمہ زہرا کی زندگی کا ہر پہلو مشعل راہ ہے انھوں نے چھوٹی سی عمر میں تمام دنیا سے منوالیا کہ عورت ذات جس کو عرب حقیر اور بے وقعت شے سمجھتے تھے جب اپنی معراج پر ہوتی ہے تو فاطمہ بن جاتی ہے۔ وہ محبت ' سخاوت ' دیانت و عدالت اور شفقت کی منہ بولتی تصویر تھیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ عورتوں کا بہترین لباس شرم و حیا اور بہترین زیور تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ بقول میر انیس

مہرِ سپہرِ عزّ و شرافت ہیں فاطمہ
شرحِ کتابِ عصمت و عفت ہیں فاطمہ
مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت ہیں فاطمہ
نورِ خدا و آئینہ رحمت ہیں فاطمہ
رُتبے میں یہ زنانِ دو عالم کا فخر ہیں
حوّا کا افتخار ہیں مریم کا فخر ہیں

کنیز زینب عابد نگیں

# قصیدہ

## در مدح جنابِ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

مرے دل میں منور ہے ضیائے فاطمہ زہرا
مری ہستی کا محور ہے ولائے فاطمہ زہرا

کروں اپنی زباں سے میں ثنائے فاطمہ زہرا
میں سمجھوں کیا اسے بس ہے عطائے فاطمہ زہرا

جہاں نورِ رسالت اور امامت آکے یکجا ہوں
وہ نقطہ اور کوئی نہیں سوائے فاطمہ زہرا

ردائے فاطمہ کی اس سے بڑھ کر شان کیا ہوگی
کہ ہے تطہیر کی آیت ردائے فاطمہ زہرا

بپے تعظیم اٹھ کے اپنی مسند پہ بٹھاتے تھے
نبی دنیا کو دکھلاتے تھے جائے فاطمہ زہرا

وہی ہے سرخرو پیشِ خدا اس در پہ جو آئے
رضائے مصطفیٰ خود ہے رضائے فاطمہ زہرا

انھیں کے در سے بھر جاتا ہے جب امید کا دامن
کسی کے در پہ کیوں جائے گدائے فاطمہ زہرا

مودّت اور کبھی تطہیر کی آیت کی صورت میں
خدا قرآں میں کرتا ہے ثنائے فاطمہ زہرا

بڑھی ہے عزت و توقیر نسواں کی اسی دم سے
زمانے میں جونہی پھیلی ضیائے فاطمہ زہرا

جہاں میں آج بھی عورت کو مل جائے مقام اس کا
اگر وہ تھام لے بڑھ کر ردائے فاطمہ زہرا

تمنا ہے بڑی مدت سے دیکھیں کب بر آتی ہے
ترا مرقد خدا مجھ کو دکھائے فاطمہ زہرا

کہاں اپنا مقدر کہ شرف ایسا نگیں پاؤں
کہ کہلاؤں جہاں میں خاکپائے فاطمہ زہرا

شائستہ زیدی

## بحضور خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا

مصطفیؐ مہر مبیں ہیں روشنی ہیں فاطمہؑ
جان ہستی ہیں نبیؐ جان نبیؐ ہیں فاطمہؑ

شہر علم اولیں و آخریں ہیں مصطفیؐ
علم کا در مرتضیٰ ہیں آگہی ہیں فاطمہؑ

مطلع نورِ امامت پارہ قلب رسولؐ
کلمہ توحید کی تابندگی ہیں فاطمہؑ

جن و انساں کے لئے معراج حق کی بندگی
اور معراجِ خلوص بندگی ہیں فاطمہؑ

سچ تو یہ ہے کربلا ہو یا کہ زنداں شام کا
طاقت صبر و رضا دکھلاگئی ہیں فاطمہؑ

ظالموں کے سامنے ہر کربلائے عصر میں
عدل کا پرچم لئے اب بھی کھڑی ہیں فاطمہؑ

موت بھی انکو کبھی تسخیر کرسکتی نہیں
جن محبوں کے دلوں کی زندگی ہیں فاطمہؑ

ان سے دنیا اور عقبیٰ کے خزانے مانگ لو
ہم گدا ہیں اور سخی بنتِ سخی ہیں فاطمہؑ

بیگم آغا علی عباس

# مولا علی کے فضائل

امیر المومنین علی مرتضٰی کی شہادت ۴۰ھ کا عظیم سانحہ ہے آپ کی شہادت سے رشد و ہدایت کا چراغ گل ہو گیا۔ اسلام ضعیف ہو گیا۔ اھل بیت کا پشت پناہ دنیا سے اٹھ گیا۔

افسوس ہے شکار اجل شیر ہو گیا۔ کے شمع بجھ گئی اندھیرا ہو گیا۔

بقول ایک عالم کے جناب امیر نے خانہ کعبہ سے زندگی کا سفر شروع کیا اور راہِ خدا میں چلتے ہوئے خدا کے گھر میں پہنچ کر سفر زندگی ختم کر دیا۔

کعبہ میں ولادت ہوئی مسجد میں شہادت

قرآن میں ہے کہ ایک غریب لیکن عالم اور بہادر شخص طالوت کو اسکی قوم کا امیر بنایا تھا اس سے ثابت ہوا کہ مومن کی سب سے بڑی فضیلت علم اور شجاعت ہے انہی صفات اعلیٰ کے پیش نظر پیغمبر خدا نے علی ولی کو مولائے امت قرار دیا۔ مولا علی کے فضائل بے شمار ہیں آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی میں جہاد بالسیف بھی کہا اور جہاد بالنفس بھی کہا۔ تاریخ میں مولا علی کی حیات طاہرہ کے تین دور نظر آتے ہیں پہلا دور آپ کے عہد طفلی سے رسول خدا کی وفات تک دوسرا وفاتِ رسول سے آپ کی خلافت تک اور علی مرتضٰی کی حیات طاہرہ کا تیسرا دور آپ کی خلافت سے آپ کی شہادت تک۔ امیر المومنین حیدر کرار کا عہدِ خلافت عدل و انصاف اور اسلامی سادگی و مساوات کا بہترین نمونہ ہے۔ تمام صوبوں کے حاکموں پر آپ کی کڑی نظر رہتی تھی۔ کسی حاکم کی طرف نے ذرا بھی بد عنوانی کی خبر ملتی تو اس سے باز پرس کی جاتی۔ آپ

مسلمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مسجد کوفہ میں سر منبر فرماتے تھے۔ سلونی سلونی پوچھ لو پوچھ لو جو چاہو پوچھنا قبل اس کے تم مجھکو نہ پاؤ۔ یہ اعلان سوائے باب العلم کے کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی خلافت سے پہلے بھی ہر دور میں علی مرتضیٰ شیر خدا کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔ حضرت عمر کا قول ہے علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ رسول خدا کا ارشاد ہے علی کی ایک ضرب خندق عبادتِ ثقلین سے افضل ہے۔ مولا علی ہارون مصطفیٰ ہو کر رسالت کے ساتھ کار رسالت میں شریک رہے۔ رسول خدا نے علی مرتضیٰ کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تھا یمن میں باب العلم کی ہدایت و تبلیغ سے پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ خانہ کعبہ میں سید الانبیاء ﷺ کے ہمراہ علی مرتضیٰ نے بت شکنی کی' دوش رسول پر معراج پائی۔ صلح حدیبیہ میں صلح نامہ علی نے لکھا۔ سورہ برأت کی تلاوت اہل مکہ کے سامنے علی نے کی میدان مباہلہ میں نفس رسول بن کر علی گئے قلعہِ خیبر کو فتح علی نے کیا یہاں تک کہ رسول پاک کے جسد اقدس کو سپرد خاک علی نے کیا۔ امیر المومنین حیدر کرار کے کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے آپ کی فاتح خیبر سے کہیں قاتل کفار ہیں۔ خاتم النبیاء کے علم و حکمت کے وارث ہیں باب مدینۃ العلم ہیں۔

**علی و فاطمہ کی اولاد :** مدینہ میں ۲ھ میں حضرت علی کی شادی جناب فاطمہ زہراؑ سے ہوئی تھی جناب فاطمہ کے ہاں ۱۵ رمضان ۳ھ میں حضرت امام حسن کی اور ۳ شعبان ۴ھ میں حضرت امام حسین کی ولادت ہوئی۔ ۶ھ میں جناب زینب کی اور ۸ھ میں جناب امّ کلثوم کی ولادت ہوئی۔ ۱۱ھ میں وفات رسول کے چند روز بعد جناب فاطمہ کے تیسرے بیٹے محسن دنیا میں آنے سے پہلے شکم مادر میں شہید ہو گئے۔ اس حادثہ کے بعد ۷۵ یا ۹۵ روز بعد جناب سیدہ فاطمہ زہرا نے وفات پائی۔ حضرت علی کے بڑے بھائی جناب جعفر طیار کی اسماء بنت عمیس سے شادی ہوئی۔ جناب زینب کی شادی عبداللہ ابن جعفر سے اور جناب امّ کلثوم کی شادی عون ابن جعفر سے ہوئی جناب امّ کلثوم کی اولاد کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ہے جناب زینب کے دو بیٹے تھے عون و محمد جو کربلا میں شہید ہوئے۔ خدا کی رحمت ہو شہیدان راہ خدا پر۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بندوں کی دی ہوئی عزت عارضی ہوتی ہے اور خدا کی عطا کی ہوئی عزت دائمی ہے۔ وہ عادل و منصف اپنے بندے کی سیرت و کردار کی پاکیزگی کو دیکھ کر عزت عطا کرتا ہے۔ علی ولی کو خدا نے یہ عزت عطا کی ہے کہ آج تک خدا و

رر سول کے بعد علی کا نام بلند ہے غیر مسلم تک حضرت علی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ کئی سال ہوئے جب ایک سکھ شاعر میدی جی نے .T. V پر بتایا تھا کہ ہمارے گاؤں میں غیر مسلم پہلوان بھی نعرہ حیدری لگا کر اکھاڑے میں اترتے ہیں۔ اولیائے کرام کے مزاروں پر بھی نعرہ حیدری بلند ہوتا ہے مولا علی کی منقبت پڑھی جاتی ہے آپ کے فضائل بیان ہوتے ہیں۔ پاکستانی فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشان حیدر ہے۔

؎ سر تاج شجاعانِ جہاں غازی و صفدر

جناب امیر کے فضائل اور مراتب اعلیٰ سے واقف ہو کر مفکر پاکستان حکیم الملت علامہ اقبال نے اپنے اردو اور فارسی کلام میں بڑی محبت اور عقیدت سے بڑے خلوص کے ساتھ علی مرتضیٰ کی مدح و ثنا کی ہے۔ اقبال کا مشہور شعر ہے ؎

مسلم اول شہہ مرادں علی
عشق را سرمایہ ایماں علی

اقبال کی ایک فارسی منقبت مدح مولا کے ۳۶ اشعار ہیں ان میں سے چند فارسی کے اشعار کا ترجمہ حاضر ہے اقبال حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں : (۱) بغیر آپ کے خدا تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور بغیر خدا کے آپ تک بھی کوئی رسائی نہیں ہو سکتی۔ (۲) میری جان آپ کی غلامی پر بہت خوش ہے اور میں تو آپ کے غلام قنبر کے گریبان سے سر باہر نکالے ہوئے ہوں (یعنی اس غلامی کے رشتے میں بندھا ہوا ہوں جس سے قنبر وابستہ تھے)۔ (۳) اے میرے باطل کے نقش کو مٹانے والے مجھے سیدھی راہ پر لانے والے اے میرے دل کے قلعہ کو فتح کرنے والے یعنی دل کے کفر پر غالب آنے والے۔ (۴) اے خالق و مخلوق کی درمیانی حد کا رازاے کہ تفسیر تو سورہائے قرآن سارے قرآن مجید کے

سورے آپ ہی کی تفسیر ہیں۔ (۵) اے عشق الٰہی کے مذھب کے لئے نماز یعنی جس طرح بغیر نماز کے کوئی عمل قبول نہیں اسی طرح آپ کی محبت کے بغیر دین کا کوئی عمل قبول نہ ہو گا اور اے وہ ذات جس کا سینہ راز خداوندی کا امانت دار ہے۔(۶) اے نبوت حضرت مصطفیٰ ﷺ کے وصی جس کی تعریف حقیقت میں خود رسول کی ہی ثناء ہے اقبال کے خیال میں آج بھی مسلمانوں کو ایسے ہادی وراہ کامل کی ضرورت ہے۔ فرماتے ہیں پڑھ کہ حیدر کرار کا دورِ خلافت مسلمان حکم دانوں کے لئے قابل تقلید اور آپ کی حیات طاہرہ مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اگر مسلمان آپ کے اعمال کی پیروی کرتے ہوئے اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے علی کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں تو حقیقت میں پاکستان اسلام کا قلعہ بن جائے اقبال کی دعا ہے۔

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

آج بھی حید کرار شیر خدا کا رعب شجاعت آپ کے روضے سے ظاہر ہے جس میں داخل ہو کر بڑے سے بڑے شجاعوں اور بادشاہوں کے دل دھل جاتے ہیں جناب امیر کا روضہ انور آپ کی عظمت وبزرگی کا مظہر ہے جس میں ہمیشہ زائرین کا مجمع رہتا ہے۔ جو ہر وقت نماز و تلاوت دعاؤں مناجات میں مصروف رہتے ہیں اکثر باب العلم کے روضۂ انور میں اعجاز و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔

مدفون ہو جس مقام پہ شاہنشہِ نجف
کس طرح اس زمین کو فلک پہ نہ ہو شرف

اسی لئے اقبال نے کہا ہے سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف۔ بعض لوگ کہتے ہیں علی نفس رسول تھے

خدا کی مصلحت کو انسان سمجھ نہیں سکتا اگر علی ابو تراب حبیب خدا کے روضہ میں دفن ہوتے تو امیر المومنین علی مرتضٰی کے روضے کی یہ جداگانہ شان ظاہر نہ ہوتی جو آج ہے۔
ہزار جان گرامی فدائے نام علی

یا علی ہی آپ کے کرم کی ہے دھوم
بھیجا شربت برائے قاتل شوم
اس عنایت سے ہو گیا معلوم
دوستاں را کجا کنی محروم

نوٹ: حضرت علی کی ایک کتاب جفر و جامعہ ہے یہ کتاب ہر شخص نہیں پڑھ سکتا باب العلم نے جفر و جامعہ میں ہندسوں میں وہ تمام اہم واقعات تحریر کیے ہیں۔ جو قیامت تک پوری دنیا میں رونما ہونگے۔ امام جعفر صادق علیہ اسلام نے اپنے شاگردوں کو جفر و جامعہ کی کچھ تھوڑے سے حصے کی تعلیم دی تھی امام کے شاگردوں کے ذریعہ سے علم جفر کا ظہور ہوا۔ پاکستان میں بھی کئی لوگ علم جفر کے عالم ہیں جو اپنے اس علم کے ذریعہ سے لوگوں کے سوالوں کے جوابات دیتے ہیں جن لوگوں نے جفر کے تھوڑے سے حصے کا مطالعہ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اب تک حضرت علی کی پیشن گوئیاں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔

عروج جبوری

# قطعات

اپنے لہو میں غسل کرتے چلے گئے
وہ کربلا کے پھول نکھرتے چلے گئے
داماں شہ سے چھو کے جو بادِ صبا چلی
گیسوئے کائنات بکھرتے چلے گئے

تھا جن کو حق عزیز وہ بے خوف و بے ہراس
ہر ایک مرحلے سے گزرتے چلے گئے
جو فیصلے کیئے شہِ عالی مقام نے
معیار خوب و زشت ٹھہرتے چلے گئے

اللہ رے جنبشِ لب زینب کے خود بخود
باطل کے سب طلسم بکھرتے چلے گئے
تھے بحرِ شام میں جو سفینے گھرے ہوئے
وہ صبحِ کربلا میں ابھرتے چلے گئے

عاشور کو جو چاند ستارے ہوئے غروب
وہ قوم کی رگوں میں اترتے چلے گئے
ہے مدحِ اہلبیت کے صدقے میں یہ شرف
دامن گلِ مراد سے بھرتے چلے گئے

تھا زندگی کا موت سے سودا تمام دن
شے اٹھائے ایک تنِ تنہا تمام دن
برپا رہی قیامت کبرا تمام دن
ماتم کدہ بنی رہی دنیا تمام دن

بھائی بھتیجوں بیٹوں کے لاشے تمام دن
زینب کو اضطراب میں گزرا تمام دن
دیکھا حرم نے شب کا اندھیرا تمام دن
دشت بلا تھا حشر کا نقشہ تمام دن

جنت میں بیقرار تھا طوبیٰ تمام دن
لرزاں تھا اضطراب میں جھولا تمام دن
کتنا ہے انتظار میں بھیا تمام دن
بیٹھا رہا فرات پہ پہرا تمام دن

# کاروان امام عالی مقام

لٹتا رہا رسول کا کنبہ تمام دن
کتنی عجیب درد کی دنیا تھی اے خدا
لاتے تھے بار بار جنازے خیام میں
ہوتے رہے حسین کے انصار سب شہید
یعقوب آکے دیکھ لیں لاتے ہیں رن سے شاہ
خیمے میں ایکقدم ہے تو ڈھوڑی پہ ایک قدم
اندھیر ہورہا تھا جو دنیائے دشت میں
کیا سخت امتحان کی منزل تھی الاماں
پامال ظلم دیکھ کے زہرا کا گلستان
معصوم کے فراق میں ماں بے حواس تھی
صغرا نے خط میں اکبر مہرو کو یہ لکھا
آل نبی پہ ہمدش آب رواں رہی

نجم آفندی

## قطعہ

اے حسین ابن علی اے نوروحدت روح یکتائی
مبارک تجھ کو تیری سو برس سے کارفرمائی
تیرے دم سے غریبوں کی زبان پر حرف حق آیا
تیرے تیور سے مظلوموں کے دعوے میں توانائی

نجم آفندی مرحوم

# پردیسی

شبیر ہی وہ پردیسی ہیں ہر دیس کو اپنا کرتے ہیں
یہ چڑھتے ہوئے سورج کی طرح گھر گھر میں اجالا کرتے ہیں

مظلوم کو سب جگ روتا ہے مظلوم تو سب کا ہوتا ہے
دکھ درد سے جنکا میل نہیں وہ اپنا پرایا کرتے ہیں

کیا دھرم تھا کوفے والوں کا مہمان کو پیاسا مار دیا
پانی پہ بھی جھگڑا ہوتا ہے پانی پہ جھگڑا کرتے ہیں

ہر بات انہی کی بات رہی سر سب کے کٹے پر بات رہی
دو جگ میں بڑی ہے بات انکی جو بات کی رکھشہ کرتے ہیں

آنچ آنے لگی اسلام پہ جب اصغر نے بھی جیون ہار دیا
اس گل کے بڑے بھی چھوٹے بھی بجوں کو بنایا کرتے ہیں

ماتم ہے نبی کے پیاروں کا ماتم میں نبی کے سنگ نہیں
ایسے بھی خدا کے بندے ہیں چتا میں پریکھا کرتے ہیں

سنسار کے بھولے چہروں کو اپدیش نیا مل جاتا ہے
ہر سال جو ان پیاسوں کا ہم سوگ منایا کرتے ہیں

ظہیر علی رضا

# واقعہ کربلا کی خصوصیات

واقعہ کربلا عراق کی سرزمین پر دنیا کا نیا اکیلا واقعہ نہیں تھا۔ میدانِ کربلا جیسے خونی میدانِ جنگ موجود ہیں جنھوں نے اپنے سینوں پر خون کی ندیاں بہائیں ہیں مثال کے لئے کروک شیتر اور پانی پت کے میدان کافی ہیں لیکن وہ میدان جس پر واقعہ کربلا رونماء ہوا تاریخ دنیا میں آپ اپنی نظیر ہے اس لئے نہیں کہ اس پر خون بہت زیادہ بہابلبکہ اس لئے کہ اس نے ایسا منظر پیش کیا ہے جس نے مسٹر گبن کے الفاظ میں زمانہ مابعد اور دور دراز ممالک میں بے حس سے بے حس انسان کی بھی ہمدردی حاصل کرلی۔ یہ جنگ ایسے درد انگیز حالات میں رونماء ہوئی جس کی نظیر تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ جس کے سبب اس کے سامنے تمام دوسرے واقعات ہیچ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

تاریخ میں اس سے پیشتر جسقدر واقعات یا قربانیاں ہوئیں وہ زیادہ تر انفرادی رہی ہیں۔ جیسے سقراط کا جام زہر پی لینا' یسوع مسیح کا صلیب پر چڑھا دینا اور بہت سے انبیاء مرسلین کا قتل ہو جانا۔ مگر واقعہ کربلا انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں ایک راہنما ہے جو قطب کی حیثیت رکھتا ہے اس کے گرد ایک جماعت تھی جو کرۂ ارض کی طرح گردش کر رہی تھی۔ پھر اس جماعت میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ آزاد' غلام' عربی' غیر عربی' ہر نسل اور ہر قبیلے سے تعلق رکھنے والے۔ جوان' بوڑھے' بچے' بے زبان بچے اور عورتیں شامل تھیں جن میں مشترک نقطہ سوائے اتحاد مقصد اور کچھ نہ تھا۔

قیادت حسینی کا یہ کمال تھا کہ نہ اس واقعہ سے پہلے نہ اس کے بعد تاریخ نے اتنے ہم دل' ہم خیال' ہم زبان' ہم آہنگ آدمی ایک جگہ رکھے دیکھے نہ اس کے بعد۔

کس کو نہیں معلوم کہ جذبات انسانی میں ماحول کے تغیر سے کتنا اختلاف پیدا ہوتا ہے کسی جگہ اگر پانچ آدمیوں کا مجمع ہو ان میں ایک بوڑھا ہو' ایک جوان ہو' ایک بچہ اور ایک عورت اور سب کا ایک بزرگ' تب بھی اس جماعت میں

اختلاف رائے نظر آیگا۔ کیونکہ جوان زیادہ تر اقدام پسند ہوتے ہیں اور جلدی حرکت میں آجاتے ہیں۔ جبکہ بوڑھے سکون پسند اور متحمل ہوتے ہیں۔ عورتیں زیادہ تر کمزور طبیعت ہوتی ہیں جو دوسروں کے ارادے کو بھی پست کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بچے تو سخت اوقات میں رونے ہی لگتے ہیں۔ بس ان سب میں اختلاف طبع نظر آتا ہے اور قائد کو کسی راہ عمل کے تعین میں دشواری پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ چہ جائیکہ بہتر آدمیوں کی جماعت جس میں ایک نہیں بہت سے بوڑھے' بہت سے جوان' بہت سے بچے اور بہت سی عورتیں موجود ہوں مگر تاریخ ان تمام افراد میں راہ عمل کے اختیار کرنے میں ذرہ بھر کسی اختلاف یا کشمکش کا ذکر نہیں کرتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ حسین کی قیادت ایک کیمیاوی تاثیر رکھتی تھی انھوں نے جوانوں کے خون کی گرمی کو گھٹا کر بوڑھوں کے ساتھ چلنے کی صلاحیت پیدا کر دی تھی عورتوں اور بچوں کے دلوں میں ایسی سختی پیدا کر دی تھی کہ شدید سے شدید ظلم و ستم کے موقع پر بھی ساکن رہیں۔ حسین کا یہ طریقہ قیادت ہمیشہ ایک راز ہی رہیگا۔ دنیا کی ہر لڑائی کے وقت لیڈر کو تقریریں کرنا پڑتی ہیں تاکہ ساتھیوں میں جوش عمل پیدا ہو۔ مگر امام حسین نے ایسا نہیں کیا ہم کو تو کہیں نہیں ملتا کہ مولا نے ایسا کیا ہو۔ ہم کو تو یہی ملتا ہے کہ آپ نے اپنے ساتھیوں کو ہر موقع پر یہی تلقین کی کہ تم سب چلے جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ یہ ظالم صرف میرے خون کے پیاسے ہیں لیکن آپ کے سب ساتھی سختی سے انکار کرتے اور کہتے رہے کہ ہم اپنی اپنی جانیں آپ کے قدموں پر نثار کرینگے آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائینگے۔ یہ امام کی خصوصی ذہنی تربیت تھی کہ انھوں نے اپنے مقصد کی حقانیت اسطرح صاف رکھی اور ہر دل میں اُسے اتار دیا کہ وہ خود اپنے ضمیر کی تحریک سے قدم بڑھائیں کسی دباؤ یا مروت کا سوال نہ تھا۔

پس امام حسین ایسے ہی ساتھی چاہتے تھے۔ امام حسین کی قوت انتخاب اعجاز کی حد تک ثابت ہوئی کسی ایک فرد کا نام کوئی نہیں بتا سکتا جس نے خوف و خطر کے مشکل سے مشکل حالات میں امام کا ساتھ چھوڑا ہو۔ ہر ایک اپنے رہنماء کی ہستی اور اسکے مسلک پر قربان ہونے کے لئے بیقرار تھا۔

امام حسین نے بہتر ۷۲ آدمیوں کے دل و دماغ کو ایک مرکز پر جمع کر دیا تھا۔ ہر ایک سینے میں اپنا دل اور ہر دل میں اپنا استقلال ودیعت فرما دیا تھا۔

حسین اکیلے میدان جہاد میں شہید راہ خدا بن کر نہیں آئے تھے بلکہ بوقت واحد بہتر حسین میدان جہاد میں موجود تھے۔

یعنی آپ کے ایسے افراد جن میں ہر قوم' قبیلہ' سن وسال کے باہمی اختلاف کے باوجود سب ایک روح حسین کے حامل تھے گویا میدان کربلا میں اکیلے حسین نہیں بلکہ بہتر حسین تھے۔ نظر بہتر آرہے تھے مگر جذبہ شہادت سب میں اسی طرح تھا جیسا امام عالی مقام میں۔ امام عالی مقام کی قیادت کا کمال تھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے علاوہ اپنے رفقاء دوستوں غلاموں تک میں اسی جذبہ قربانی کو منتقل کر دیا تھا جو آپ چاہتے تھے۔

امام عالی مقام اپنے کردار میں منفرد ہوتے اگر بذات خود یزید کی بیعت سے انکار کر دیتے لیکن اسوقت بہت بلند نظر آئے جبکہ اپنے ساتھی بہتر رفقاء کی پہلے قربانی پیش کی سب کے آخروقت لاشوں پر پہنچے دشت کربلا میں سلایا اور صبرو شکر کے پیکر نظر آئے۔

شہیدوں کے لاشہ اٹھانے سے جو ہاتھ تھک چکے تھے ان پر چھ ماہ کے بچے کو ہاتھوں پر اسوقت تک اٹھائے رہے جب تک ذوالفقار سے چھوٹی سے قبر تیار کی

چھوٹی سی قبر کھود کر اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہاتھوں کو جھاڑ کے

دیگر شہداسے بہت بلند اسوقت نظر آئے جب انھوں نے اپنے دنیا سے جانے کے بعد اپنے مشن کو پھیلنے کا انتظام کر دیا۔ یعنی اپنے اہل حرم اور بچوں کی رگ رگ میں وہی جذبہ منتقل کر دیا۔

حسین دنیا سے چلے گئے لیکن روحِ حسینیت اب خواتین اور بچوں میں موجود تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زیاد کا دربار ہو یا قصر یزید۔ حسین کے پس ماندگان میں سے کسی نے بھی اموی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا وہ بیعت سے انکار

جس پر سر مظلوم کربلا نیزے پر پہنچ گیا تھا اب بھی قائم تھا اب اس کے قائد اور علمبردار سید سجاد' جناب زینب خاتون' ام کلثوم ہی نہیں بلکہ کمسن بچے فاطمہ' سکینہ' رقیہ' اور محمد باقر تھے۔ یہ سب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی بصیرت اور قیادت کا کمال تھا۔

(ماخوذ از "شہید انسانیت" مصنفہ سید العلماء سید علی نقی عرف نقن صاحب مرحوم)

شائستہ زیدی

# یٰلیتنی کنت معکم

ذہن انسانی کو کسی واقعہ نے اس شدت سے متاثر نہیں کیا جتنا واقعہ کربلا نے۔ تاریخ کے بڑے سے بڑے واقعات وحادثات وقت کے ساتھ بھلا دیئے گئے۔ لیکن اس واقعہ نے ہر عہد اور ہر قوم کے شعور پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا محض ایک تاریخی حادثہ نہیں بلکہ ایک پیغام ہے۔ عدل و آزادی کی لازوال انسانی قدروں کی ہر انسان کو ہمیشہ ضرورت رہتی ہے بشر طیکہ کہ اس میں انسانیت کی حس موجود ہو۔ اور ان ہی اقدار کی سچائی کی گواہی میدانِ کربلا میں اس طرح دی گئی جس کی مثال تاریخ میں دوسری موجود نہیں۔

عزاداری سید الشہدء ان اقدار کو انسانی معاشروں میں قائم کرنیکا اور پیغام کربلا کی تبلیغ کا سب سے اہم ادارہ ہے۔ ہماری مختلف رسوم عزا ہمارے شعور کی تربیت کا ذریعہ ہیں تاکہ ہم اپنی زندگیوں میں ان اقدار کو زیادہ سے زیادہ اپنا سکیں جس کا سبق واقعہ کربلا نے دیا۔ مجالس عزا کے اختتام پر حسرت کا اظہار کہ "اے کاش ہم آپکے ساتھ ہوتے تو کتنے بڑے فوز عظیم سے نوازے جاتے" سچائی کے لئے زندہ رہنے اور سچائی کے لئے جان دینے کا بہت اہم سبق ہے اور حسرت کا اظہار کرتے وقت لازم ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ فوز عظیم کے معنی کیا ہیں اور جو آپ کے ساتھ اور اس فوز عظیم سے نوازے گئے انکا کردار کیا تھا۔

ناصران امام کے واقعات کا اکثر ہم تذکرہ نہیں کرتے جو بہت بڑی کوتاہی ہے اسلئے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیں ان الفاظ کے مفہوم بتاتے ہیں کہ "اے کاش ہم آپکے ساتھ ہوتے تو کتنی بڑی کامیابی سے نوازے جاتے"

یہ وہ لوگ ہیں جو کسی حادثہ یا کسی تاریخی جبر کی وجہ سے امام حسین کے ساتھ نہیں آئے۔ بلکہ آنے والے واقعات کے پورے احساس اور شعور کے ساتھ امام کا ساتھ دینے کی تمنا لے کر آئے تھے۔ جنکے لئے زندگی کی سب سے بڑی معراج حق وعدالت کے لئے امام کے قدموں میں جان دینا تھا۔ اس بافضیلت گروہ میں ایک اہم طبقہ ان ناصرانِ امام کا ہے

جن کا تعلق بصرہ سے تھا۔

جب رجب ۶۰ھ میں امام حسین مدینہ میں بیعتِ یزید سے انکار کر کے مکہ تشریف لائے تو دو شہروں میں خاص طور سے حرکت پیدا ہوئی ایک کوفہ دوسرا بصرہ۔ کوفہ میں سلمان بن صرد خزاعی کے گھر محبان اہلبیت کے اجتماعات منعقد ہونے لگے اور بصرہ میں ایک خاتون ماریہ بنت منقذ عبدی (جنکا نام بعض روایات میں ماریہ بنت سعید بھی آیا ہے) کے گھر محبان اہلبیت جمع ہونے لگے۔ قابل غور بات ہے اس زمانے میں بصرہ کا گورنر عبید اللہ ابن زیاد تھا جو اس زمانے میں سب سے ظالم اور خونخوار سمجھا جاتا تھا۔ حکومت کے غیض و غضب کا نشانہ بننے کے لئے محض محبتِ اہلبیت کا جرم ہی کافی تھا معاویہ کے بیس سالہ دور حکومت میں بیشمار افراد اس جرم پر وحشیانہ سزاؤں کا نشانہ بنے اور اذیتیں دے دے کر شہید کیے گئے۔ ایسے زمانے میں اور خصوصاً امام حسین کے انکارِ بیعت کی وجہ سے حالات اور بھی سنگین ہو چکے تھے اور ان تمام خطرات کے باوجود محبان اہلبیت کا جمع ہونا اور حالات کے خلاف اور قیام کے منصوبے بنانا اور امام حسین کو دعوت دینا خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو ہمت و جرأت کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر مشکل ہے۔

اس تحریک کے جواب میں امام حسین نے منذر بن جارود عبدی' یزید بن مسعود نھشلی مسعود بن عمر اور احنف بن قیس روسائے اہل بصرہ کے نام خطوط لکھے۔ منذر ابن جارود اتفاق سے عبید اللہ بن زیاد کا سالا بھی تھا اس نے سلمان بن زریں قاصد امام حسین کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ منذر ابن جارود کا مقصد امام کی تحریک کو نقصان پہنچانا نہیں تھا بلکہ اسکا خیال تھا کہ یہ خط جعلی نہیں اور حکومت کے کارندوں نے اس طرح حامیان امام حسین کی جاسوسی کروانی چاہی ہے۔ بہر حال اصلیت کچھ بھی ہو سلیمان بن زریں ابن زیاد کے حکم سے شہید کر دیے گئے۔ ابن زیاد اگلے دن کوفہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ اسلئے کہ کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ہزروں افراد نصرت امام کے لئے بیعت کر چکے تھے۔ اس تحریک کو کچلنے کے لئے یزید کو ابن زیاد سے زیادہ مناسب کوئی نہیں مل سکا تھا۔ ابن زیاد کا بھائی عثمان بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

مسعود بن عمر نے اپنی قوم کے بنی تمیم' بنی حنظلہ' بنی سعد اور بنی عامر کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا "معاویہ کا

انتقال ہو گیا۔ ظلم وجور اور گناہ کا دروازہ جو اس عہد میں کھلا تھا وہ اب ٹوٹ گیا۔ ظلم کے ارکان سب ہل گئے لیکن یزید کے لئے بیعت لے کر معاویہ نے اپنے خیال میں پھر اسی ظلم وجور اور فسق وجور کے دروازے کو مظبوط کر دیا ہے۔ مگر اب یہ نہیں ہو سکتا۔ یزید جو شرابی اور فاسق و فاجر ہے وہ جائے معاویہ قائم ہوا ہے خلافت کا مدعی ہے اور مسلمانوں پر حکمرانی کی خواہش رکھتا ہے۔ حالانکہ اسکے پاس نہ علم ہے نہ تحمل و بردباری ہے۔ لہٰذا میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یزید سے جہاد کرنے کا ثواب مشرکین سے جہاد کرنے سے بہت زیادہ ہے۔ اور حضرت امام حسین بن علی مولا نواسہ رسولؐ وہ اپنے عزو شرف نیکی اور علم و فضل کی وجہ سے ہر طرح قابلِ خلافت اور لائق حکومت ہیں۔ وہ بزرگ ہیں نبی کے نواسہ ہیں چھوٹوں پر رحم کرنے والے بڑوں کی قدر و منزلت بڑھانے والے رعیت کے نگہبان مسلمانوں کے سردار اور حجتِ خدا ہیں۔ پس خبردار باطل کے گڑھے میں نہ گرنا۔ یزید کی حکومت نہ مانو اور حق کو نہ چھوڑو۔ جو شخص امام حسین کی مدد نہیں کرے گا انکی حمایت و نصرت میں کوتاہی اور کمی کرے گا خدا اس کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھے گا۔ اسکی قوم اور اسکا قبیلہ ہمیشہ ذلیل رہے گا اور سن لو میں تو پوری طرح تیار ہوں اور لباس جنگ پہن چکا ہوں۔ جو لوگ حاضر تھے انہوں نے دل و جان سے اس دعوت کو قبول کیا اور مسعود بن عمر کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اسکے بعد مسعود بن عمر نے حضرت امام حسین کی خدمت میں عرضی لکھی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت کا فرمان میرے نام پہنچا۔ بیشک آپ وہ حجتِ خدا ہیں جس سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہ سکتا۔ آپ شجر نبوت کی شاخ ہیں بسم اللہ حضرت اس طرف تشریف لائیں ہم سب قبیلہ بنی تمیم بنی سعد آپکی نصرت وحمایت کے لئے جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں"

حجاج بن بدر وہ شخصیت ہیں جنہیں یہ پیغام لے کر امام کی خدمت میں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ ان ہی حجاج بن بدر کے ساتھ قعنب بن عمر نمری بھی بصرہ سے روانہ ہوئے۔ یہ شیعیان جناب امیرؑ میں تھے۔ جس وقت حجاج بن بدر اور قعنب بن عمر مکہ پہنچے امام حسین مکہ سے روانہ ہو چکے تھے یہ ان کے پیچھے کربلا پہنچے اور پھر آخر تک امام کے ساتھ رہے۔ حجاج روزِ عاشور بعد نماز ظہر میدان میں آئے اور شہید ہو گئے۔ بعض مورخین نے انکا ذکر حملہ اولیٰ کے شہدا میں کیا ہے

قعنب بن عمر بھی روز عاشورا شہید ہوئے۔ حضرت صاحب الزمان نے زیارت ناحیہ میں انکا نام لے کر ان پر سلام کیا ہے یہ دونوں قاصدان امام خوش نصیب تھے فوزاعظم کی تلاش میں روانہ ہوئے اور بلآخر خدمتِ امام میں پہنچ گئے۔ ادھر بصرہ میں مسعود بن عمر اور انکے ساتھی سفر کی تیاریاں کر رہے تھے کہ شہادت امام کی خبر پہنچ گئی۔

حضرت ماریہ بنت منقذ عبدی کے گھر سے ناصران امام حسین کا ایک اور گروہ مکہ کو روانہ ہوا اسکے قائد یزید بن ثبیط عبدی تھے۔ یزید بن ثبیط کے دس بیٹے جن میں سے دو عبداللہ اور عبیداللہ بھی باپ سے ساتھ نصرت امام پر کمر بستہ ہوئے۔ حضرت ماریہ کے گھر آپ نے اس ارادے سے لوگوں کو آگاہ کیا اور نصرت امام کی دعوت دی۔ کچھ لوگ تو حکومتِ وقت کے خوف سے خاموش ہو گئے۔ لیکن عامر بن حکم العبدی اور انکا غلام سالم سیف بن مالک ادہم بن امیہ انکے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے چونکہ ابن زیاد نے تمام راستوں پر پہرے بٹھائے ہوئے تھے اور ہر ہر قدم پر یزید کے فوجی پھیلے ہوئے تھے اسلئے یہ جنگلوں میں چھپتے ہوئے اس وقت مکہ پہنچے جب امام حسین مکہ ہی میں مقیم تھے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس خبر کے بعد حج کے موقع پر یزید کے کچھ کارندے امام حسین کے قتل کے ارادے سے مکہ آئے ہوئے تھے امام حسین ہنگامی طور پر عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ ورنہ اگر مکہ میں آپ کچھ دن اور قیام فرماتے یا آپکو اپنے قاصدوں کو بصرہ تک واپس بھیجنے کا وقت مل جاتا تو بصرہ سے آپکے ناصروں کی خاصی بڑی تعداد آپکے ہم رکاب ہو سکتی تھی۔ یزید بن ثبیط اور انکے ساتھی مکہ میں اپنے مقام پر اترنے کے بعد امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام کی قیام گاہ پہنچ کر پتہ چلا کہ حضرت خود انکے آنے کی خبر سن کر ان سے ملنے روانہ ہو چکے ہیں وہ یہ سن کر فوراً وہاں سے پلٹے اور اپنی قیام گاہ پر نواسہ رسول کو منتظر پایا۔ حضرت کو دیکھ کر بیساختہ کہا "خدا کا فضل اور اسکی رحمت ہم پر کہ آپ یہاں تشریف لائے۔ سلام ہو آپ پر یا ابن رسول اللہ" اسکے بعد یہ ساتوں افراد یعنی یزید بن ثبیط انکے دونوں فرزند عبداللہ بن یزید اور عبیداللہ بن یزید۔ عامر بن مسلم عبدی اور انکے غلام سالم سیف بن مالک اور ادہم بن امیہ امام کے ہمراہ میدانِ کربلا پہنچے۔ اور امام کے ساتھ شہادت کی سعادت حاصل کی یہ ہیں فوز اعظمیٰ کے معنی۔ عبداللہ بن یزید اور عبیداللہ بن یزید۔ عامر اور انکے غلام سالم اور ادہم بن امیہ کے مطابق زیادہ تر رواتیں یہ بتائی ہیں کہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے اور سیف بن مالک بعد نماز ظہر معراج شہادت پر سرفراز ہوئے۔

یہ وہ محترم ہستیاں ہیں جنہوں نے ہمیں زندگی کے معنی بتائے کہ زندگی سانسوں کی زنجیر کو چاچا کے رکھنے کا نام نہیں بلکہ حق کے راستے میں عدل و آزادی کی خاطر، ظلم کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی فانی چیزوں یعنی جان ومال کے بدلے بقائے دوام کو حاصل کرنے سے زیادہ اور کوئی کشش کا سودا نہیں ہے اور ایمان کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کے ہم سفر اور ہم مشرب ہونے کی کوشش کریں جو زندگی کی اعلیٰ قدروں کے نمائندے تھے۔ جو لوگ امام کے ساتھ آئے وہ وہ تھے جنہیں کوئی خوف، بھوک، اذیت، نقصان، ایذا سچائی کے راستے پر چلنے سے اور عظیم کامیابی کی منزل پر پہنچنے سے نہ روک سکی۔ خدا ہماری بھی اس دعا میں اخلاص پیدا کرے اور اسے ہماری تربیت کا ذریعہ بنادے

"اے کاش ہم آپ کے ساتھ ہوتے تو ایسی ہی عظیم کامیابی سے نوازے جاتے"

سید حسن رضا حسن (شاہجہانی مرحوم)

# بحضور ثانیِ زہرا جناب زینب بنتِ علیؑ صلوۃ اللہ علیہا

## قصیدہ سے تلخیص

(۱)

زینب حریم حق کی شمع پر جلال ہے
اس شمع پر جلال کی ضو لازوال ہے
زینب علومِ دیں میں پیمبر مثال ہے
شیرِ خدا کی بیٹی ہے حیدر خصال ہے
زینب اصول دین کی ناطق کتاب ہے
تاریخ ہے گواہ کہ عصمت مآب ہے

(۲)

زینب شریکِ کارِ حسینی ہیں بے گمان
بعدِ حسینؑ معرکۂ کربلا کی جان
کوفہ میں اور شام میں پیغمبرانہ شان
دربار میں یزید کے حیدر کی آن بان
ہاں یوں جہادِ نفس کا میدان سر کیا
دولت کے اژدہے کا زہر بے اثر کیا

(۳)

آیا جو وقتِ جنگ تو تیار تھے حسینؑ
عزمِ وفا میں جعفرِ طیار تھے حسینؑ
بہرِ جہاد حیدرِ کرار تھے حسینؑ
لیکن رضائے حق کے طلبگار تھے حسینؑ
بہرِ بقائے دین طریقہ بدل دیا
میدان میں آکے جنگ کا نقشہ بدل دیا

(۴)

تھا خوف یہ حسینؑ کو یہ سخت معرکہ
جو سر کروں گا میں سرِ صحرائے کربلا
رہ جائے گھٹ کے ایک نہ مقامی سا واقعہ
ہر خاص و عام ہو نہ سکے جس سے آشنا
بیرونِ دشتِ کربلا جائے نہ کچھ خبر
اور واقعاتِ کربلا ہوجائیں بے اثر

(۵)

اس کا بھی انتظام کیا تھا امام نے
خاکہ بنالیا تھا وہ خیر الانام نے
گویا کہ آنے والا زمانہ تھا سامنے

سمجھی نہ مصلحت تھی کسی خاص و عام نے
بچوں کو اور زینب کبری کو لائے تھے
میدانِ کربلا میں اکیلے نہ آئے تھے

(۶)

جب حقِ داوری کو ادا کر چکے حسینؑ
طفلی کا اپنا وعدہ وفا کر چکے حسینؑ
شاہی کے کرّوفر کو فنا کر چکے
اسلام کو حیات عطا کر چکے حسینؑ
زینب نے اس حیات کو دائم بنادیا
اور کربلا کو مرجعِ عالم بنا دیا

(۷)

تشہیر کرکے کوفہ کے بازارِ عام میں
کرکے بیان حقیقتیں دربارِ شام میں
ہلچل سی اک مچادی سیاسی نظام میں
ذکرِ حسینؑ ہونے لگا ہر مقام میں
بھائی نے کربلا میں جو تحریر کردیا
زینب نے وہ پیام ہمہ گیر کردیا

مسز کاظم

# کفر کے سمندر میں ایمان کا جزیرہ

واقعہ کربلا کے بعد واقعہ حرّہ ہوا اس کے تین سال کے بعد یزید مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو لیلیٰ معاویہ بن یزید خلیفہ وقت بنا دیا گیا۔ وہ اس عہدہ کو قبول کرنے پر راضی نہ تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ میرے لئے خلافت سزاوار اور مناسب نہیں ہے یہ منصب صرف امام زین العابدین علیہ السلام کے لئے زیبا ہے۔ وہی اس عہدہ کے حقدار اور مستحق ہیں۔ تم لوگ ان سے ملو اور انہیں راضی کرو۔

معاویہ ابن یزید حلیم، سلیم الطبع اور جوان صالح تھا۔ اہلبیت علیہم اسلام سے محبت کرتا تھا وہ اپنے خاندان کی برائیوں خطاؤں اور کردار کو نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا اور رسول اکرم ﷺ کے بعد علیؑ اور اولاد علیؑ کو مستحقِ خلافت سمجھتا تھا۔

یزید کے مرنے کے بعد جب معاویہ بن یزید کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے چالیس روز یا بعض روایات کے مطابق ۵ پانچ ماہ خلافت کی پھر اپنے کو خلافت سے الگ کر لیا۔ اس طرح ایک روز منبر پر بیٹھ کر دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر کہا "لوگو" مجھے تم لوگوں پر حکومت کرنے کی خواہش نہیں ہے کیونکہ میں تم لوگوں کی جس بات یعنی گمراہی اور بے ایمانی کو ناپسند کرتا ہوں وہ معمولی درجہ کی نہیں بلکہ بہت بڑی ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ بھی مجھے ناپسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ میں تم لوگوں کی خلافت سے بڑے عذاب میں مبتلا اور گرفتار ہوں۔ سن لو کہ میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے لئے اس بزرگ سے جنگ و جدال کی جو اس سے کہیں زیادہ سزاوار اور مستحق تھے بلکہ دوسرے تمام لوگوں سے بھی افضل تھے۔ حضرت رسول خدا کے قرابت دار تھے۔ حضرت کے فضائل بہت تھے۔ تمام صحابہ و مہاجرین سے زیادہ عظیم القدر، سب سے زیادہ بہادر سب سے زیادہ صاحبِ علم، سب سے پہلے ایمان لانے والے، سب سے اعلیٰ اور اشرف درجہ رکھنے والے اس کے علاوہ حضرت رسول خدا کے چچازاد بھائی حضرت کے داماد اور دینی بھائی تھے جن سے حضرت نے کئی بار مواخات فرمائی جناب حسن و حسین جوانان اہل جنت کے سردار اور اس امت میں سب سے افضل اور پروردہ رسولؐ اور فاطمہ بتول

کے دولال پاک وپاکیزہ درختِ رسالت کے پھول تھے۔ ان کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ہی تھے۔
ایسے بزرگ سے میرا دادا جس طرح سرکشی پر آمادہ ہوا اس کو تم لوگ خوب جانتے ہو۔ اور میرے دادا کی وجہ سے تم لوگ جس گمراہی میں پڑے اس سے بھی تم لوگ بے خبر نہیں ہو یہاں تک کہ میرے دادا کو اس کے ارادہ میں کامیابی ہوئی اور اس کے دنیا کے سب کام بن گئے مگر جب اس کی اجل آگئی اور موت کے پنجوں نے اس کو اپنے شکنجے میں کس لیا تو وہ اپنے اعمال میں اس طرح گرفتار ہو کر رہ گیا کہ اپنی قبر میں اکیلا پڑا ہے اور جو ظلم کر چکا تھا ان سب کو اپنے سامنے پا رہا ہے اور جو شیطانیت و فرعونیت اس نے اختیار کر رکھی تھی ان سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پھر یہ خلافت میرے باپ یزید کے سپرد ہوئی تو جس گمراہی میں میرا دادا تھا اسی ضلالت میں پڑ کر میرا باپ بھی خلیفہ بن بیٹھا اور تم لوگوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی حالانکہ میرا باپ یزید بھی اپنے اسلام کش باتوں دین سوز حرکتوں اور اپنی روسیاہیوں کی وجہ سے کسی طرح اس کا اہل نہ تھا کہ رسول کریمؐ کی امت کا خلیفہ اور ان کا سردار بن سکے مگر وہ اپنی نفس پرستی کی وجہ سے اس گمراہی پر آمادہ ہو گیا اور اس نے اپنے غلط کاموں کو اچھا سمجھا جس کے بعد اس نے دنیا میں جو اندھیر کیا اس سے زمانہ واقف ہے کہ اللہ سے مقابلہ اور سرکشی کرنے تک پر آمادہ ہو گیا اور حضرت رسولِ خدا سے اتنی بغاوت کی کہ حضرت کی اولاد کا خون بہانے پر کمر باندھ لی۔ مگر اس کی مدت کم رہی اور اس کا ظلم ختم ہو گیا وہ اپنے اعمال کے مزے چکھ رہا ہے اور اپنے گڑھے (قبر سے) لپٹا ہوا اور اپنے گناہوں کی بلاؤں میں پھنسا ہوا پڑا ہے البتہ اس کی سفاکیوں کے نتیجے جاری اور اس کی خونریزیوں کی علامتیں باقی ہیں اب وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں کے لئے اپنے کرتوتوں کا ذخیرہ مہیا کیا تھا اور اب اپنے کئے پر نادم ہو رہا ہے مگر کب جب کسی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں اور وہ اس عذاب میں پڑ گیا کہ ہم لوگ اس کی موت بھول گئے اور اس کی جدائی پر ہمیں افسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا غم ہے کہ اب وہ کس آفت میں گرفتار ہے۔ کاش معلوم ہو جاتا کہ وہاں اس نے کیا عذر تراشا اور پھر اس سے کیا کہا گیا۔ کیا وہ اپنے گناہوں کے عذاب میں ڈال دیا گیا اور اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے میرا گمان تو یہی ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد گریہ اس کے گلوگیر ہو گیا۔ اور وہ دیر تک روتا اور زور زور سے چیختا رہا پھر بولا اب میں اپنے ظالم خاندان بنی امیہ کا تیسرا خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ جو لوگ مجھ پر میرے دادا اور باپ کے

ظلموں کی وجہ سے غضبناک ہیں ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو مجھ سے راضی ہیں۔

بھائیوں! میں تم لوگوں کے گناہوں کے بار اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور خدا وہ دن بھی مجھے نہ دکھائے کہ میں تم لوگوں کی گمراہیوں اور برائیوں کے بارے لدا ہوا اس کی بارگاہ میں پہنچوں۔ اب تم کو اپنی حکومت کے بارے میں اختیار ہے اسے مجھ سے لے لو اور جسے پسند کرو اپنا بادشاہ بنالو کہ میں نے تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی بیعت اٹھالی والسلام۔ خدا کی قسم اگر خلافت کوئی نفع کی چیز ہے تو میرے باپ نے اس سے نقصان اٹھایا اور گناہ ہی کا ذخیرہ مہیا کیا اور میرے باپ نے اس سے جس قدر برائی حاصل کی وہی کافی ہے۔

یہ کہہ کر معاویہ ابن یزید منبر سے اتر آیا پھر اس کی ماں اور رشتہ دار اس پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے اس کی ماں نے کہا کاش تو پیدا ہونے سے پہلے ہی مر جاتا اور اس دن کی نوبت نہ آتی۔ معاویہ نے کہا خدا کی قسم میں بھی یہی تمنا کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہیں کیا تو میری نجات کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد بنی امیہ کے افراد اس کے استاد عمر مقصوص سے کہنے لگے کہ تو نے ہی معاویہ کو یہ باتیں سکھائی ہیں اور اس کو خلافت سے الگ کیا ہے اور علی و اولاد علی کی محبت اس کے دل میں راسخ کر دی ہے۔ غرض اس نے ہم لوگوں کے جو عیوب و مظالم بیان کئے ان سب کا باعث تو ہی ہے اور تو ہی نے ان بدعتوں کو اس کی نظر میں پسندیدہ قرار دیا ہے جس پر اس نے یہ خطبہ بیان کیا ہے۔ مقصوص نے جواب دیا خدا کی قسم مجھ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ وہ بچپن ہی سے حضرت علیؑ کی محبت میں گرفتار ہے لیکن ان لوگوں نے اس بیچارے کا کوئی عذر نہیں سنا اور قبر کھود کر اسے زندہ دفن کر دیا۔

مورخ مسٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد بنی امیہ نے معاویہ بن یزید کو بھی زہر دے کر شہید کر دیا اس کی عمر صرف ۲۱ اکیس سال ۱۸ یوم کی تھی اس کی خلافت کا زمانہ چار ماہ بعض جگہ ۴۰ یوم شمار کیا جاتا ہے۔ اس طرح بنی امیہ کی سفیانی شاخ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور مروان بن حکم کو جو حضرت عثمان کے داماد تھے خلیفہ بنالیا گیا۔

آل رضا۔ رضاؔ

# جنابِ فضہؑ

وہ رفعتِ اخلاق میں دن رات کی معراج
وہ سیدہ کا گھر وہ مساوات کی معراج
وہ مکتبِ آئین مساوات کی تہذیب
وہ فضہؑ نوازی میں مدارات کی تہذیب
اللہ رے میزانِ مساوات کا وہ گھر
جو کام ہو فضہؑ کا وہ زہرا کے برابر
تقسیم فرائض میں کھرے عدل کا مسلک
ترتیبِ توازن میں جاروب کشی تک
محنت نہ ہوئی حلقۂ انصاف سے باہر
چکّی کی مشقت کے بھی پلّے تھے برابر
مشکل جو پڑی وہ ہوئی آسان بھی یکساں
پوشاک میں پیوند کے سامان بھی یکساں
بی بی کی یہ کوشش کوئی وسواس نہ رہ جائے
فضہؑ مری کمتر ہے یہ احساس نہ رہ جائے
کیا بات ہے اُسکی جو بنا ڈالے یہ معیار
کیا ذات تھی وہ بھی جو مثالی ہو مددگار

آساں نہیں انسان کا اس سطح پہ آنا
معصوم طبیعت سے طبیعت کو ملانا
جو پیکر خاکی تھا' دمکتا نظر آیا
ایک جوہر قابل تھا' چمکتا نظر آیا
یوں آئینہ صدق تاثر کو سجایا
جو عکس لیا اور نمودار بنایا
تھیں غیر مگر واہ رے شائستہ مزاجی
اک جزو تھیں خانہ زہرا و علی کی
وہ لطف کشش' عظمت خدمت کے مناسب
وہ ناز کنیزی ' وہ کنیزی کے مراتب
آنکھوں میں کھپی' طرز نگہداشت کی عزت
رگ رگ میں رچی' پنجتن پاک کی خدمت
خدمت کے جو شایان تھا وہی طور طریقہ
قرآن کی آیات میں ' باتوں کا سلیقہ
ماحول خوش انجام میں تہلیل پہ قرباں
روزونگی وہی آن تو فاقوں کی وہی شان
اس گھر کی ریاضت میں' اسی شان سے شامل
اس در کی سخاوت میں بھی جی جان سے شامل

فضہ کے لئے فیض معیت نہیں محدود
آئیں جو فرشتے بھی' تو فضہ وہیں موجود
پہلو میں کبھی' فاطمہ کے لخت جگر بھی
زانوں پہ کبھی زینب و کلثوم کے سر بھی

معمول تھا دن رات کا اللہ رے توقیر
تہ کرتی تھیں اور کھولتی تھیں چادرِ تطہیر
جنت سے علاقہ ہی رہا دونوں جہاں میں
ہوتی تھی بسر' مرضی خاتونِ جناں میں

کیا چیز ہوا کرتی ہے قسمت کی امیری
فضہ کی کنیزی میں وہ خدمت کی امیری
تاحشر رہیگا نگہ قدر طلب میں
فضہ کا شرف' درس گہ حسن ادب میں

تھا چشم امامت میں مقام' ایسی تھیں فضہ
حسنین کریں جھک کے سلام ایسی تھیں فضہ
کس کرب و بلا میں تھا نگہداراسی کا
فضہ پہ سلام اپنے حسین ابن علی کا

مخدومۂ فضہ کا رضا فیضِ عطا ہے
مداحِ فضہ کا شرف مجھکو ملا ہے۔

ڈاکٹر صغرا مہدی (نئی دہلی)

# خواتینِ اسلام

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے انسان کا نصب العین خدمت کو قرار دیا ہے وہ کسی انسان کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ جو کرے اس کا مرکز صرف اسکی اپنی ذات ہو۔ قرآنِ حکیم میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے" اس کا مطلب یہ کہ خیر کی طرف رہنمائی اور رہبری کرنا ہر انسان کا فرض ٹھہرا اور اس میں عورت مرد کی تخصیص نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام نے عورت اور مرد کا درجہ مساوی قرار دیا ہے بلکہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت کہہ کر اس کے درجے کو بلند کر دیا ہے قرآنِ شریف میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

رسولِ خدا ﷺ زندگی بھر اپنے قول و عمل سے عورتوں کی سماجی حیثیت کو بلند کرتے رہے۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان حقوق کی حفاظت کی جو اسلام نے عورت کو دیے ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کی تعلیم نے عورت کی کایا پلٹ دی۔ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ عرب میں ایسی قابل فاضل بہادر ہمت والی خواتین ہر طرف نظر آنے لگیں۔ حضرت خدیجہ ہمیں سب سے پہلی مسلمان عورت نظر آتی ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا نہ صرف ذاتی طور پر قبول کیا بلکہ رسول خدا ﷺ کی پوری مدد کی کہ لوگوں میں وہ خدا کے آخری پیغمبر مان لیے جائیں۔

تاریخ میں ہے کہ غار میں جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ فوراً گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے اس کا ذکر کیا تو حضرت خدیجہ نے کہا "مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں جس کی آمد کی اطلاع توریت و انجیل میں دی گئی ہے۔ میں آپ پر ایمان لاتی ہوں" پھر یہ کہ وہ آنحضرت کو اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو قدیم علوم اور قدیم کتابوں پر عبور رکھتے تھے اور انھوں نے بھی جب اس کی تصدیق کر دی تو رسول کا کام آسان ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اسلام کی تائید و نشر و اشاعت میں ایک اہم کردار ادا کیا اور یہ کہ نبی کی ہر ممکن رفاقت کی اور

اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں سپر بنیں۔ اسی لیے تو آنحضرت نے آپ کے لئے فرمایا کہ "جب لوگوں نے جھٹلایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں اور جب کوئی میرا معین و مددگار نہیں تھا تو انھوں نے میری مدد کی"۔

حضرت خدیجہ جب تک زندہ رہیں آپ نے کوئی شادی نہیں کی مگر اس کے بعد شادیاں کیں تو آپ کی ازدواج مطہرات کا ایک خاص درجہ تھا۔ حضرت سلمٰی بہت پڑھی لکھی صاحب دانش اور معاملہ فہم خاتون تھیں آنحضرت کو حضرت سلمٰی پر اس قدر بھروسہ تھا کہ آپ بہت سے کاموں میں آپ سے مشورہ کرتے اور آپ جو مشورہ دیتیں وہ بالکل صحیح ہوتا بقول سعید احمد اکبر آبادی کے ازواج مطہرات میں "حضرت سلمٰی کی دور اندیشی فہم و فراست کی بڑی اہمیت ہے"

ازواج مطہرات اکثر غزوات میں آنحضرت کے ساتھ ہوتیں میدانِ جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتیں مرہم پٹی کرتیں ان کی تیمارداری کرتیں خاص طور سے حضرت صفیہ نرسنگ میں ماہر سمجھی جاتیں تھیں جنگ کے موقعہ پر آپ کا ایک کیمپ ہوتا تھا جس میں مجاہدین کو طبی امداد دی جاتی مجاہدین کی دیکھ بھال ہوتی اور ان کو خورد و نوش کا سامان پہنچایا جاتا۔

حضرت اُمِ ایمن جو رشتے میں آنحضرت کی پھوپی ہوتی تھیں اور حضرت انس کی والدہ تھیں آپ نے اکثر جنگوں میں انصار خواتین کے دستے کے ساتھ آنحضرت کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی ہے۔

اسلام میں عورتوں کی اس طرح کی خدمات کی آخری کڑی فاطمہ بنت عبداللہ تھیں جس کو علامہ اقبال نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:۔

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کسقدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

حضرت فاطمہ جو آنخضرت کی محبوب بیٹی تھیں ساری دنیا کی اور خاص طور سے مسلمان خواتین کے لئے مکمل نمونہ ہیں۔ آنخضرت نے آپکی پیدائش کے بعد اپنی گود میں لے کر کہا تھا "میری بچی دنیا کی بزرگ ترین عورتوں میں سے ہے" اس طرح آپ نے عورتوں کی بزرگی کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور حضرت فاطمہ کی اہمیت کی طرف بھی۔ رسول خدا نے آپ کو بہترین تعلیم و تربیت سے مزین کیا رفیق زندگی حضرت علی جیسا ملا جسے رسول خدا نے "باب العلم" کہا ہے۔ آپ کی ذکاوت قابلیت اور علوم دینی پر قدرت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے فرمایا "فاطمہ بضعۃ منی۔

عورتوں سے متعلق دینی مسائل رسول اللہ کے ساتھ حضرت فاطمہ ہی سمجھایا کرتی تھیں۔ اپنی والدہ ماجدہ کے بعد خدا کے رسول کی دل جوئی حضرت فاطمہ ہی کرتیں اور اسلام کی اشاعت میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں مدد کرتیں۔ آنخضرت کے انتقال کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں ایسی پر اثر فصیح و بلیغ تقریر کی لوگوں کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی آپ کو کلام الہی پر اس قدر قدرت تھی کہ اس کا ثبوت یہ تقریر ہے۔ اس کا تمام تر ماخذ کلام الہی ہے۔

یہ ابتداء تھی ان تقریروں کی جو واقعہ کربلا کے بعد ان کی بیٹیاں ام کلثوم اور حضرت زینب دینے والی تھیں اقبال نے حضرت فاطمہ کے حضور ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| نور | چشم | | رحمۃٌ | للعلمین |
| آن | اوّلین | امام | و | آخرین |
| بانوئے | آن | تاجدار | ھل | اتی |
| مرتضٰی | مشکل | کشا | شیر | خدا |
| مادرِ | آں | مرکز | پرکار | عشق |
| مادرِ | آں | کارواں | سالارِ | عشق |
| مزرع | تسلیم | را | حاصل | بتول |
| مادرِ | آں | اسوۂ | کامل | بتول |

حضرت فضہ جو حضرت فاطمہ کو گھریلو کاموں میں مدد دیتیں آپ کے فیضانِ محبت سے خواتین اسلام میں ایک اہم درجہ رکھتی ہیں اسلام کی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ یعنی واقعہ کربلا جس میں حضرت امام حسین کی قیادت میں حق و باطل کی یادگار جنگ ہوتی تھی اس میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کا حصہ کسی طرح کم نہیں ہے چاہے وہ حضرت عباس کی والدہ ام البنین ہوں یا امام حسن جن کی شریک حیات امّ فروہ' چاہے امّ لیلی ہوں یا امّ رباب۔ حضرت مسلم کی زوجہ محترمہ ہوں یا حضرت عباس کی بیوی یا خورد سال سکینہ ہوں یا جواں سال کبریٰ یا حضرت ام کلثوم ہوں یا حضرت زینب سب نے اس معرکہ کو صبر ہمت اور بہادری سے سر کیا۔

جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ حسین مدینہ سے سفر کو روانہ ہو رہے ہیں اور ساتھ میں خاندان کی خواتین کو بھی لے جا رہے ہیں سب جانتے تھے کہ یہ سفر کوئی معمولی سفر نہیں ہے کیونکہ حسین کے بیعت سے انکار پر یزید چپ نہیں بیٹھے گا اس لیے ابن عباس نے آں حضرت کو مشورہ دیا کہ خواتین کو ساتھ نہ لے جائیں۔ قبل اس کے کہ امام حسین اس کا کوئی جواب دیتے حضرت زینب نے اندر سے کہا تم یہ کیا مشورہ دے رہے ہو ابن عباس کہ خدا کی راہ میں حسین جو قربانی

کرنے جارہے ہیں اس میں مرد تو ان ساتھ دیں اور ہم عورتیں اس سے محروم رہیں ؟ پھر دنیا نے دیکھا کہ حسین کے بعد بھی یہ لڑائی جاری رہی اور اس کی قیادت ان کی بہن زینب نے کی۔ جنھیں خطابت کا فن اپنے باپ اور ماں دونوں سے ورثے میں ملا تھا۔ آپ نے کس طرح ظلم واستبداد کا مقابلہ کیا کس طرح یزید کی ان کوششوں کو ناکام بنادیا کہ حسین کی شہادت کے مقصد پر پردے ڈال کر لوگوں کو گمراہ کرے۔ آپ کے خطبے آج بھی اسلامی تاریخ میں محفوظ ہیں جنھوں نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے اور یہ ثابت کردیا کہ اسلام نے جو عورت کو درجہ دیا ہے اس نے اس میں کتنا عزم واستقلال پیدا کردیا ہے کیسی پامردی پیدا کردی ہے امام حسین کا بھی ان خواتین کو اپنے ساتھ اس جنگ میں رکھنے کا فیصلہ یہی تھا کہ عورتیں بھی اسلام کی حمایت اور حفاظت میں مردوں کے دوش بدوش رہیں اور عورتوں کی طاقت' ہمت' قابلیت اور صلاحیتوں کا لوہا دنیا مان لے۔

امام حسین کا اسوۂ مبارک اس وجہ سے ہمارے لیے قابلِ تقلید اور قابلِ فخر ہے کہ انھوں نے ایک مختصر عرصے میں یہ دکھادیا کہ اسلام کے سچے شیدائی کس طرح ان تمام قدروں اور اصولوں کی حفاظت کرتے ہیں جن پر انسانیت کی بقاء اور اسلام کا دارومدار ہے اور جن کو یزید ایک ایک کرکے پامال کر رہا تھا۔

ہم سب جو رسول کی پیروی ہونے اور امام حسین کے معتقد ہونے کا دعوی کرتے ہیں ان سب کا فرض ہے کہ خیرو شر کی لڑائی جو برابر جاری ہے اور نت نئے روپ بدل کر ہمارے سامنے آتی ہے اس کے خلاف جہاد کریں اس کشاکش پیہم میں ذاتی اور اجتماعی طور پر شرکت کریں۔

انجمن خواتین حسینی کا قیام ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں اسی جذبے کے تحت عمل میں آیا۔ اس کے قیام کا خیال ظہیر علی رضا جنھوں نے ہندوستان سے پاکستان کو ہجرت کی تھی ان کو سب سے پہلے آیا اور ان کے ساتھ اور خواتین آئیں اور پھر یہ ایک کارواں بن گیا۔ ان لوگوں کا یہ خیال کہ حسین کی یاد کے ساتھ قوم کی فلاح و بہبود کے کام بھی کریں بہت ہی قابلِ ستائش ہے اس انجمن نے اس سال اپنی زندگی کے پچاس سال پورے کرلیے امید ہے کہ اب نئی نسل اس کارِ خیر کو آگے بڑھائے گی اور آنے والے زمانے میں جو آندھیاں آرہی ہیں ان میں اس چراغ کو روشن رکھیں گی۔

سید علی رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عزائے سید الشہداعلیہ السلام کی افادیت

عزیٰ کے لغوی معنی ہیں کسی فرد کی موت واقع ہونے یا کسی عظیم حادثے سے دوچار ہونے پر اس کے چاہنے والوں کو جو واقعہ ہونے کے فوری بعد کے زمانے میں غمگین ودل شکستہ ہوتے ہیں تسلی ودلاسا دینا جسکو پرسہ دینا بھی کہا جاتا ہے اور واقعہ کو صبر واستقامت سے برداشت کرنے کی تلقین کرنا۔ دراصل دنیا میں ہر ذی نفس کو موت کا آنا ضروری ہے جو زندہ ہے وہ موت سے ضرور ہمکنار ہوگا۔ گویا عزائی یعنی موت کے غم سے متاثر افراد کو تسلی دینا اور تلقین صبر کرنا موت کا تقاضہ ہے۔

قرآن میں اللہ کے متعلق آیا ہے الَّذی خلق الموت والحیواۃ لیبلوکم ایکم احسنِ عملاً یہاں یہ اشارہ ہے کہ اللہ نے موت وحیٰوۃ کو خلق کیا ہے تاکہ وہ تمہارا (یعنی انسانوں کا) امتحان لے کہ کسی انسان کی موت واقع ہونے پر کون موت (یعنی ہمیشہ کی جدائی) سے متاثر ہونے والوں کو تسلی دینا اور تلقین صبر کا حسن عمل انجام دیتا ہے یعنی بالفاظ دیگر فرض عزیٰ ادا کرتا ہے بعض غم ناک واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کے نتائج نہ صرف مرنے والے کے قریبی تعلق والے' زندہ رہ جانے والے افراد کیلئے بلکہ انسانوں کے وسیع تر حلقوں کے لئے بھی سبق آموز یاباعث حوصلہ افزائی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اب یہ واقعہ کے نتائج کی وسعت اور ہمہ گیری وغیرہ پر منحصر ہے کہ کون سا واقعہ کتنا اثر پذیر ہوتا ہے اور اسکی عزیٰ کتنی اہمیت کی حامل ہے۔

تاریخ اسلام میں نبی آخرالزماں ﷺ کے نواسے یعنی علی وفاطمہ صلواۃ اللہ علیہما کے بیٹے امام حسین علیہ السلام کی

شہادت کا واقعہ جو ہر مسلمان کے علم و دانست میں ضرور ہے اس درجہ کا المناک اور مسلمانوں کے لئے شرمناک گزرا ہے کہ عامتہ المسلمین اس کے ذکر کو چھپانے کے درپے رہتے ہیں البتہ امام کے چاہنے والے اس عظیم واقعہ پر عزئی منانا اپنا فرض قرار دیتے ہیں۔ اسی کو عزاداری کہا جاتا ہے۔ اس دردناک واقعہ میں ہمارے قریب کے گزرے ہوئے زمانے کے مشہور و معروف مصری مورخ اور عالم ڈاکٹر طہ حسین کے الفاظ میں حضرت علی کی اپنے فرزندوں کے بارے میں "وہ آزمائش و مصیبت اختتام کو پہونچی جو آزمائش و مصیبت آج سے پہلے کسی مسلمان کو بھی جھیلنا نہیں پڑی تھی۔ اس واقعہ میں آپ کے فرزند حسین جو جناب فاطمہ علیہا السلام کے جگر گوشے تھے اور عباس و جعفر و عثمان اور محمد و ابو بکر شہید ہوئے۔ یہ آپ کے ساتوں فرزند ایک ہی دن میں قتل ہوئے۔ حسین کے فرزند علی اکبر اور ان کے بھائی عبد اللہ اور آپ کے بھائی امام حسن کے بیٹے ابو بکر اور قاسم شہید ہوئے۔ یہ پانچوں فاطمہ کے پوتے تھے۔ عبد اللہ بن جعفر طیار کی اولاد سے محمد و عون قتل ہوئے ان کے علاوہ جناب عقیل کی نسل سے کئی افراد قتل ہوئے۔ مسلم بن عقیل تو پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے ان اصحاب کے علاوہ حسین کے تمام انصار و اصحاب اور غلام درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ چنانچہ یہ مصیبت اولاد ابی طالب کے لئے عموماً اور بنی فاطمہ کے لئے خصوصاً انتہائی الم انگیز مصیبت تھی۔ خود اسلام کے لئے بھی عظیم ترین مصیبت ...... پھر اگر یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ امام حسن بھی زہر سے شہید کیے گئے تھے جس کا چرچا زبانوں پر چڑھا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے لوگ اس کا تذکرہ کیا کرتے کہ حسن مسموم شہید ہوئے تاکہ یزید کی ولی عہدی کی راہ کھل جائے تو ہم کو اندازہ ہوگا کہ معاویہ اور اسکے لڑکے یزید کے زمانے میں مسلمانوں کے معاملات خرابیوں کی انتہائی حد تک جا پہونچے تھے۔

اگر اس واقعہ کو تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ یزید تک پہونچتے پہونچتے اسلام بربادی کی اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ اس میں دوبارہ زندگی حاصل کرنے کی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ امام حسین نے اسی لئے یزید کی بہ حیثیت خلیفۂ اسلام بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ وہ خوب سمجھ رہے تھے کہ اب ان کو یزید ایسے بے دین سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ آپ نے تہیا کر لیا تھا کہ کچھ ہو جائے وہ اسلام کو یزید کے ہاتھوں تباہی سے بچانے میں ہر قربانی دینگے اور یزید کو ہرگز اسلام کے معاملہ میں من مانی نہ کرنے دینگے جس پر وہ بے دین اپنے اقتدار اور طاقت کے زعم میں تلا ہوا تھا۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسوقت موجود گھرانے کے تمام افراد کا اس ہولناک طریقہ سے قتل اور اسلام کے بلند ترین گھرانے کی مخدرات، عصمت وطہارت کی اسقدر تذلیل جو عمل میں لائی گئی تمام ہوشمند مسلمانوں کے لئے اسقدر باعث شرم والم تھی کہ کسی سے بن نہ پڑتا کہ تھا کس طرح اپنے دل کو تسلی دیں اور اس عظیم ودل شکن غم کو برداشت کریں۔ اس زمانہ میں ذرائع آمدورفت اور خبر رسانی بہت ناقص تھے اسی لئے جوں جوں کربلا میں ہونے والے المیہ اور تمام متعلقات کی خبریں مختلف شہروں اور علاقوں میں پہنچتی رہیں افراد اپنے ہی نبی کے خاندان کی اس تباہی پر اور انکی بروقت مدد نہ کرسکنے کی اپنی بے بسی پر پشیمان ہوتے رہے یہاں تک کہ کچھ گروہوں سے خاموش نہ رہا گیا اور انہوں نے حکومت کے لشکروں پر احتجاجا حملے کرنا شروع کردیے۔ تاریخ میں ان گروہوں کو توابین کہا جاتا ہے۔ بس یہیں سے عزاداری یعنی خاندان نبوی کی تباہی پر آہ وزاری، اظہار غصہ وغضب اور انکی یاد اور ہمدردی میں ہر طرح سے غم واندوہ کا اظہار کرنا شروع ہوگیا۔ اسی عمل میں رفتہ رفتہ صاحبان اقتدار کے خلاف احتجاج وبغاوت وغیرہ کے نت نئے طریقے اختیار کئے جانے لگے۔ جس کے نتیجہ میں امام حسین کے مقاصد شہادت روزبروز نمایاں اور عیاں ہوتے گئے۔

مانی ہوئی بات ہے کہ خوشی کے اثرات کے مقابلہ میں غم کے اثرات بہت دیرپا ہوتے ہیں اسی لئے اہل بیت رسول کے چاہنے والوں نے اس عظیم غم انگیز تباہی کے اظہار کو جس میں مبتلا کردئے گئے تھے قائم رکھنے اور علی الاعلان ظاہر کرتے رہنے میں پورے انہماک سے عمل شروع کردیا۔ یہ عزاداری ہی ہے جس کی بدولت ہمارے ایک موجودہ دور کے ذی علم مفکر کے الفاظ میں :

شیعیت محض ایک مذہب نہیں ایک تحریک بھی ہے اور ایک تہذیب بھی۔ تحریک یوں کہ کربلا سے آج تک شیعیت ذہنی وابستگی، قدامت، ظلم، جبر، ملوکیت، استبداد، استحصال اور ناانصافی کے خلاف جہاد کرتی رہی ہے۔ اسی بناء پر ان عقائد کے حامل افراد تاریخ اسلام میں عقلیت، روشن اور انقلابی خیالات کے نقیب رہے ہیں المختصر عزاداری کے عملی معنی ہوئے امام حسینؑ اور آپ کے رفقاء گرامی کی شہادت اور آپ کے اور رفقاء کے اہل حرم پر دشمنوں کی ڈھائی ہوئی تکلیفوں اور ذلتوں کی مختلف طریقوں سے یاد مناتے رہنا تاکہ وہ فوائد برابر حاصل ہوتے رہیں جن کے لئے یہ زیر اشارہ

قربانیاں پیش کی گئی تھیں۔

ہمارے عصر حاضر کے عظیم دینی رہنما انقلاب ایراں کے بانی آیت اللہ العظمی آقائے روح اللہ خمینی طاب ثراہ کا قول تھا کہ امام حسین کی شہادت کی یاد اور سبق کو یادر کھنے ہی سے اسلام کی سچی تعلیمات قائم رہ سکیں۔ اور عزاداری ہی اس واقعہ کو یادر کھنے کا واحد کامیاب ذریعہ ہے اس سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

افتخار اعظمی

# مقصد قربانی

مقصد راہ سخن مقصد قربانی ہے
اور ہمراہ میرے بے سروسامانی ہے
لفظ ملتے نہیں معنی سے پشیمانی ہے
امتحان آج تیرا جذب سخن دانی ہے

دشت یہ وہ ہے کہ گمراہ یہاں پر ہیں نجوم
راہ مل جائے جو مل جائے در شہر علوم

سر کٹاتا ہے جو تکریم عبادت کے لئے
رد باطل کے لئے حق کی حفاظت کے لئے
سر کٹاتا ہے جو تصدیق ہدایت کے لئے
سر کٹاتا ہے جو توثیق رسالت کے لئے

شکن طرۂ دستار شہادت ہے وہ
چشم تاریخ میں معیار شادت ہے وہ

شمع توحید کی جلتی ہے کہاں دیکھو گے
شام غم صبح شہادت کا سماں دیکھو گے
کون دیتا ہے یہ مقتل میں اذان دیکھو گے
کشتیاں بحر شہادت میں رواں دیکھو گے

دیکھنا ہے تو چلو کرب و بلا چلتے ہیں
اہل دل آؤ سوئے ارض وفا چلتے ہیں

مشعل راہ ہدایت وہ حسن ابن علی
تیسری شمع امامت وہ حسین ابن علی
طرۂ تاج شہادت وہ حسین ابن علی
حامل بار امامت وہ حسین ابن علی

رشتہ گردن و خنجر کو نبھانے والا
لورزیبائے شہادت کو دکھانے والا

فکربس یہ ہے کہ امت کو بچایا جائے
جو سبق بھول گئے ہیں وہ پڑھایا جائے
باڑھ میں خون کی گھر اپنا بٹھایا جائے
کلمہ حق سے ضمیروں کو جگایا جائے

پھر سے ہو کوچہ و بازاروں میں اسلام کی ضو
اسطرح توڑ دیں یہ شام کے مت خانوں میں

ماہ کامل کی طرح رخ پہ مچلتی ہے کرن
گھاؤ گہرے ہیں بہت چور ہے زخموں سے بدن
پھر بھی چہرے پہ تردد ہے نہ ماتھے پہ شکن
آئی منزل جو حضوری کی تو پہنا ہے کفن

دیکھنا مرضی رب آج ہے مرضی اسکی
ایسی منزل یہ سوا اس کے پہنچ ہے کس کی

جسکی دھڑکن پہ فدا ہو وہ دل ہے یہی
حرف اقرار و انکار کا حاصل ہے یہی
بحر قربانی و ایثار کا ساحل ہے یہی
منتہا ہے یہی مقصد ہے یہی منزل ہے یہی

کوئی آئے جو یہاں تک تو ہدایت مل جائے
دست قرباں جاں دست مشیت مل جائے

نجم آفندی مرحوم

# اے حسینؑ

صبر اور تلوار کی حامی ہے دنیا اے حسین
اب تیرا طرز عمل ہے کا فرما اے حسین
لے تعلےٰ اللہ تیور کی جلالت بڑھ گئی
رہ گیا جو وقت تو میدان میں تنہا اے حسین
تین دن کی پیاس نے مارا تیرے انصار کو
لاکھو پہ بھاری تھا ایک ایک مرنے والا اے حسین
منتظر تھے ایک اشارے کے زمین و آسمان
کیا تیرے قدموں میں آجاتا نہ دریا اے حسین
سارے آلام و مصائب پست ہو کر رہ گئے
استغاثہ جس کو سمجھا تھا زمانہ اے حسین
آخری جیسے گرج ہوتی ہے زخمی شیر کی
آجتک ہے جسکے سناٹے میں دنیا اے حسین
زخم تن پر داغ دل پر نعش اکبر گود میں
کس قیامت کا ہے یہ تیرا سراپہ یا حسین
تیغ گردن پر جگر میں آگ دریا سامنے
یوں کوئی مارا گیا ہوگا نہ پیاسا یا حسین
خون دل خاک تمنا ریگ گرم کربلا

یہ زمین اور یہ حسین سجدہ فرما اے حسین
لب ہیں اکبر کی بلائیں لینے والے سیکڑوں
آج شق ہوتا ہے ہر ماں کا کلیجہ یا حسین
ضبط پر بالی سکینہ کے تڑپ جاتے ہیں دل
کیا ذرا سی جان کو سمجھا دیا تھا یا حسین
تیرے اصغر کے پرستاروں کی اب گنتی ہی نہیں
کتنی یادوں میں ہے وہ ننھا سا بچہ یا حسین
خون میں ڈوبے ہوئے مکھڑے پہ صدقے کائنات
اے نبی کے لاڈلے اے ماہ زہرا اے حسین
مجلس و ماتم کا تیری کارواں در کاروان
تیرے ماتم کی دھمک صحرا بہ صحرا یا حسین
نجم کے دل میں نہ آئیں لب پہ یہ نالے اگر
کیا عجب ہے منہ کو آجائے کلیجہ اے حسین

# قطعات

## بحضور علمدار حسینی حضرت عباس بن علی علیہ السلام

### قطعہ (۱)

شیر خدا کے شیر ہیں عباسِ نامدار
حق گو و حق شناس و حق آگاہ و حق شعار
جیسے علیؑ ہیں نفسِ رسولِ فلک مقام
دمساز ہیں حسینؑ کے عباسؑ ذی وقار

### قطعہ (۲)

ماہِ تمام ہیں فلکِ احتشام کے
سالار ہیں سپاہِ شہِ تشنہ کام کے
عباسؑ نامور کی ثنا کون کرسکے
بھائی امامِ وقت کے بیٹے امام کے

## قطعہ (۳)

تکمیل دینِ حق ہے شہادت حسینؑ کی
ہے نقش لاالہٰ عبادت حسینؑ کی
عباس کی کتاب میں بتیس تھے ورق
لکھا تھا ہر ورق پہ اطاعت حسین کی

ماخوذ از کلیات حسن شاہجلالی (مرحوم)

قمر اعظمی

# سید سجاد بیمارِ کربلا

گردن میں طوق دوش پہ ہے بار کربلا
ٹکرا رہا ہے ظلم سے بیمارِ کربلا

تاریخ انسانی ہوس ملک گیری کا نام ہے۔ تاریخ میں دولت' طاقتِ اقتدار ہی فتح و نصرت کی علامت ہیں لیکن اہم بات یہ ہے کہ دولت' شان و شوکت' اقتدار سب صرف اوراق پر رہ جاتے ہیں اور اکثریت ان سے ناواقف ہوتی ہے جبکہ مظلومیت' بیکسی اور صبر و تحمل کیساتھ اپنی فتح کا اعلان کرنے والے ہر دور اور ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں وہ آفاقی ہو کر زماں و مکاں کی قید سے ماروائی ہو جاتے ہیں اور ہر زمانہ انکی سیرت و کردار سے کسب کرتا ہے۔ وہ تاریخ نہیں تاریخ ساز ہوتے ہیں یہ زندہ کردار یہ پیغام دیتے ہیں کہ دیکھو جنھیں زمانہ بناتا ہے انہیں فراموش بھی کر دیتا ہے اور جو زمانے کو بناتے ہیں تو ہر زمانہ انکی چوکھٹ کو چوم کر آگے بڑھتا ہے اسطرح ہر دور میں انسانیت کی رہبری اور رہنمائی انہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے یہی وہ تاریخ ساز ہستیاں ہیں جنھوں نے تاریخ کو فتح و نصرت کا ایک نیا معیار دیا اور یہ بتایا کہ مظلومیت سے ظلم کو کیسے شکست دی جاتی ہے آنسو کسطرح نشان منزل بن جاتے ہیں اور ظالم کسطرح صبح قیامت تک کے لئے قابل دشنام ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی ابن حسین علیہ السلام وہ نام ہے جس نے دنیا کو شہادت حسین کی اہمیت و عظمت اور منزلت سے آگاہ کیا۔ اسیری' دربدری طوق و سلاسل کی گرانباری خاموشی صبر و قار یہ وہ ہتھیار تھے جن سے کام لے کر آپ نے مقصد حسینی کو اسطرح اجاگر کیا کہ حسین ابن علی علیہ السلام ہر دور کی ضرورت بن گئے۔ آپکی خاموشی اسلئے نہیں تھی کہ معاذاللہ حسین کربلا میں شکست کھا گئے بلکہ اس لئے تھی کہ آپ نے صبر کو تکمیل کی اس منزل تک لے جانا تھا جسکی ابتداء کربلا تھی اور اسی صبر کے ذریعہ آپ نے ہر دور کے یزید کے چہرے کو بے نقاب کرنا تھا۔

امام زین العابدین حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام جو بعدِ حسین امامِ وقت تھے جنکا علم و فضل زہد و تقویٰ

شجاعت وسخاوت سب اپنے اندر پیغمبرانہ شان لئے ہوئے تھے آپ نقیب کربلا بنکر اٹھے اور کربلا کو ہر دور کی ضرورت بنادیا اس وقت مجھے امام علی ابن حسین علیہ السلام کی زندگی کے اس دور کا مختصر ذکر کرنا ہے جسکی ابتداء شہادتِ حسین سے ہوئی اور جسکی انتہا ۹۴ھ میں آپکی شہادت پر ہوئی۔

**آغاز امامت:** یہ حقیقت ہے کہ جتنے دشوار نامساعد اور مصائب سے پُر حالات میں آپ نے امامت کے بارِ گراں کو اٹھایا ایسے حالات نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کسی امام کو پیش آئے۔ ۶۱ ہجری سر زمین کربلا پر شہادتِ حسین علیہ السلام کیساتھ آپکی ذمہ داری کا آغاز ہو گیا ۱۱ محرم کو جب آپ اسیر ہو کر کربلا سے کوفے "دربار ابن زیاد" "شام" "دربار یزید" "زندان" اور پھر رہائی کے بعد واپس مدینہ۔ کہنے کو یہ دور تقریباً ایک سال پر مشتمل ہے لیکن اس مختصر سے وقت میں جسطرح آپ نے فریضے کو ادا کیا وہ اپنی جگہ اتنا جامع اور مکمل ہے جس نے مقصدِ شہادتِ حسینی کو پوری طرح اجاگر کر دیا۔ اس دور میں خواہر حسین علیہ السلام جناب ثانی زہرا آپکے ساتھ ہر ہر قدم پر موجود تھیں لیکن اس وقت میرے پیشِ نظر حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کی وہ زندگی ہے جسکا آغاز عصر عاشور سے ہوا اور اختتام ۹۴ ہجری میں آپ کی شہادت پر ہوا۔

اس پورے دور امامت میں آپنے جو انداز سیاست اختیار کیا اور اعمال سر انجام دیے اور جس طرح دعاؤں کے ذریعہ حصول مقصد کو حاصل کیا اسکی روشنی میں آپکی ہستی وکردار کے مختلف انداز کو دیکھا جاسکتا ہے اسیری اور کوفہ و شام کا سفر۔ شامِ غریباں سے گیارہ محرم کی صبح صادق تک آپکا سر مبارک خاک کربلا پر حالت سجدے میں رہا اور جب آپ نے سر سجدے سے اٹھایا تو طوق و زنجیر نے بڑھ کر آپ کے گلے اور ہاتھ اور پاؤں کو چوم لیا آپ تھے اور راہ کوفہ و شام دربار ابن زیاد اور دربار یزید۔ آپ کے ہاتھوں میں اونٹ کی مہاریں بہن پھوپھیاں بے مقنع وچادر بے کجاوہ اونٹ کا کربلا سے شام برہنہ پا سفر۔ لیکن ان سب کے باوجود کہیں سے کسی جگہ کسی لمحہ آپ کے لہجے میں آپکے خطبے میں آپکی گفتگو میں شکستگی یا کمزوری نہیں ملتی بلکہ ہر جگہ آپکا لہجہ آپکا اندازِ گفتگو اور آپ کے خطبے میں شجاعت دلیری بے خوفی اور ظلم کو بے نقاب کر دینے والی ہمت و عزم

اور جرأت نظر آتی ہے۔ دربار ابن زیاد میں آپ نے جس دلیری سے اپنا تعارف کرولیا ظلم تو یہ سمجھ رہا تھا کہ سارے خاندان کے قتل ہو جانے کے بعد اہل حرم کے بے پردہ ہو جانے کے بعد ان میں بولنے کا حوصلہ نہیں ہوگا لیکن اسوقت ظلم بھی شرمندہ ہو گیا جب ابن زیاد نے آپکے قتل کا حکم دیا اور آپ نے ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی جرأت سے کہا ابن زیاد تجھے اب بھی معلوم نہیں ہوا قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہمارا ورثہ ہے۔

دمشق کی جامع مسجد میں یزید کے خطیب کو للکارنا اور پھر منبر پر جا کر بعد حمدِ خدا اپنا تعارف کرانا اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کی فضیلتیں بیان کرنا اور پھر موذن کو روک کر یزید سے سوال کرنا اے یزید اذان میں جس محمد کا نام لیا گیا وہ تیرا جد ہے یا میرا۔ بیمارِ کربلا کے اس جملے نے دمشق کی جامع مسجد میں جو نمازیوں سے چھلک رہی تھی کس انداز سے حسین کے مشن کی عظمت کو واضح کیا۔ جب بے وارثوں کا یہ قافلہ جن کے قافلہ سالار اور وارث آپ تھے شام کے بازار سے گذر رہا تھا اور ایسے میں ایک بوڑھا شامی آکر آپ کو برا بھلا کہتا ہے اور جب وہ خاموش ہو جاتا آپ ان تمام آیات کی ایک کے بعد ایک کی تلاوت کرتے جو آل محمد کی شان میں ائی ہیں اور جب شامی حیرت زدہ ہو کر کہتا ہے تمہارا ان آیات سے کیا تعلق ہے یہ تو آل محمد کی شان میں ائی ہیں تو اسوقت اسے بتایا کہ ہم ہی آل محمد ہیں گویا حالت اسیری میں بھی ہدایت کرتے چل رہے تھے۔ تاریخ میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ شام کے راستے میں جب محمد بن طلحہ نے آپکو دیکھا تو مذاق اڑانے والے انداز میں پوچھا "علی ابن حسین فتح کس کی ہوئی" اس سوال پر آپ نے بڑی بیباکی سے جواب دیا "مجھ سے کیا پوچھتے ہو جب آواز اذان آئے تو سمجھ لینا فتح کس کی ہوئی"۔

دربار یزید میں آپکا اور بی بی زینب کا خطبہ جسکی گونج آج بھی فضائے عالم میں باقی ہے کتنے نصرانی اور یہودی حلقہ اسلام میں آئے اور مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

معرکہ کربلا کے بعد زنداں سے رہائی تک کا جو زمانہ ہے آپ کا لہجہ اور آپکا موقف سخت مزاحمت آمیز درشتی لئے ہوئے بیمار اور قیدی ہونے کے باوجود آپ ایک عظیم مرد مجاہد کیطرح موت کے خوف سے بے نیاز شجاعت ودلیری اور بہادری کا بہترین مرقع دکھائی دیتے ہیں۔

**ورودِ مدینہ :** ۶۲ ہجری حضرت سید سجاد مدینہ آئے اور لوگوں کو واقعات کربلا سے آگاہ کرنا شروع کر دیا کربلا کے لرزہ خیز واقعات اور خاندان رسالت کی تاراجی نے محبت اور مودت رکھنے والے دلوں کو سخت افسردہ اور غمزدہ کر دیا اسی دوران ۶۳ ہجری میں یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک کثیر لشکر دیکر مدینہ بھیجا جس نے مدنیہ کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ عراق 'حجاز اور بھی جہاں جہاں محمد و آل محمد سے مودت رکھنے والے تھے واقعہ حرّہ نے انکے خوف و دہشت میں مزید اضافہ کر دیا۔ یہ لوگ گوشہ نشین ہونے لگے لیکن واقعہ حرّہ کے موقع پر آپ نے اپنی دور اندیشی اور فہم و فراست سے اسطرح کام لیا کہ اس طرح آپ کا وجود بھی باقی رہا اور آپ کا مشن بھی تکمیل کے مراحل سے گذرتا رہا۔

کوفہ و شام کے مقابلہ میں مدینہ آنے کے بعد ہمیں آپکے لہجہ 'گفتگو اور آپ کے موقف میں ایک نرمی کا احساس ملتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ آپ کا جو رویہ تھا اس میں سختی کے بجائے نرمی کا عنصر ملتا ہے۔

بنو امیہ کا طاقتور مضبوط اور عیار حکمران عبدالملک بن مروان اسکے ساتھ بھی آپ بیٹھے نظر آتے ہیں اور برتاؤ بھی نرم ہے۔ اس دور میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جابر اور ظالم حکمرانوں کی کھل کر مخالفت نہیں کرتے تھے۔

حضرت امیر مختار اور حضرت ابراہیم بن مالک اشتر خون حسین کا انتقام لیتے ہیں تو اسوقت بھی آپ ان سے لا تعلق رہتے ہیں اور ان سے ظاہری رابطہ نہیں رکھتے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ امام کی نظر بہت دور تک دیکھ رہی تھی۔ آپ قربانیِ حسین کو قیامت کے دامن سے ملانا چاہتے تھے آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ مخالفت کی تحریک چلانا یا اس میں شامل ہونا قربانیِ حسین کا ضائع کر دینا نسل امامت کو منقطع کر دینا اور دنیا کو امامت و ولایت کے سلسلہ سے محروم کر کے سلسلہ ہدایت کو ختم کر دینا ہے۔

مدینہ میں امام سجاد کی زندگی کا مقصد واقعات کربلا کو لوگوں تک پہنچانا اور امامت و ولایت کے پاکیزہ منصب کی اس طرح حفاظت کرنا تھا کہ ہر دور اور ہر زمانہ اور دنیا کا ہر گوشہ آل محمد سے محبت و مودت رکھنے والوں سے آباد رہے اور یوں ذکر کربلا کی وساطت سے توحید نبوت و رسالت آخرت اور قرآن باقی رہے۔

یہی وجہ ہے ایک طرف آپ مصروف گریہ رہتے اور چاہنے والوں کو مصائب حسین پر رونے کی تلقین کرتے

اور اسکے اجر و ثواب کو بتاتے دوسری طرف آپ کے لب مبارک پر وہ مناجاتیں تھیں وہ دعائیں تھیں جس میں توحید نبوت و رسالت قرآن عقیدہ آخرت غرض تمام اصول و فروع موجود تھے۔ آپ نے اس طرح مکارم اخلاق کی تعلیم دی جو لوگوں کو دنیا سے ہٹا کر دین کا بنا دیتی تھیں۔

امام سید سجاد نے جسطرح صبر' خاموشی اور دعاؤں کے ذریعہ تبلیغ کی اسکے نتیجے میں ۷۰ افراد ایسے تیار ہوئے جنکے دل عشق آل محمد سے سرشار تھے سعید بن مسیب 'ابو حمزہ ثمالی' سعید بن جبیر جیسی عشق آل محمد رکھنے والی ہستیاں سامنے آئیں۔

بیمار کربلا نے اپنی خاموش تبلیغ سے مدینہ کی زمین کو آل محمد کے حق میں اس طرح سے ہموار کر دیا کہ جب حالات ذرا ساز گار ہوئے تو صادق آل محمد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے درس آل محمد کا سلسلہ شروع کر کے مدینہ کو پھر سے نبی کا مدینہ بنا دیا اور سلسلہ کو اتنا دراز کر دیا کہ اب صبح قیامت تک کوئی ظالم کوئی جابر کوئی حکومت ذکر محمد و آل محمد سے روک نہیں سکے گی بلکہ دنیا جب ظلم سے گھبرائے گی تو کربلا کیطرف دیکھے گی۔ حریت کا' آزادی محبت کا' اخوت کا' احترام آدمیت کا' انسانیت کا' یہ سارے درس صرف کربلا سے ملیں گے اور ظلم و جبر سے گھبرائی دنیا کو یہیں پناہ ملے گی ذکر حسین عطا ہے بیمار کربلا اور سیدہ زینب کی۔ اب اسی ذکر سے ہمیں عزم ملتا ہے حوصلہ ملتا ہے دنیا کی بے ثباتی سمجھ میں آتی ہے اور وقت کیساتھ ساتھ محمد و آل محمد کی پاکیزہ زندگی نکھر کر آج بھی لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

ہمارا سلام اس اسیر محسن 'بیمار کربلا پر جس نے اپنے صبر سے ظلم کی بلند دیواریں گرا دیں۔ ہمارا سلام اس خطیب پر جسکے خطبوں نے آمریت کے کوہ گراں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ ہمارا سلام ہو امام سجاد پر جو خلق رسول کا وارث تھا جس نے اپنے اخلاق و کردار سے دشمن کو بھی دوست بنالیا۔ ہمارا سلام ہو بیمار کربلا پر جس نے شام غریباں میں جب بظاہر ہر چراغ امامت کا بجھ چکا تھا لیکن اس اندھیرے میں توحید کا چراغ جلایا۔ ہمارا سلام اس طوق و سلاسل میں اسیر امام پر جس نے قید

سے آزادی اور حریت کا درس دیا۔ ہمارا اسلام اس مظلوم امام پر جس نے ظلم و جبر کے ماحول میں انسانیت کو زندہ رکھا اور انسانیت کا وقار بن گیا۔ اس علی ابن حسین علیہ اسلام پر سلام جو نقیب کربلا ہے' آواز کربلا ہے۔

آج آپ ہی کی وجہ سے ہمیں دولت مودت آل محمد ملی ہے اور آپ ہی کی تبلیغ کی وجہ سے ہمیں ذکر آل محمد کی سعادت ملتی ہے۔ وہ ذکر جو رحمتوں برکتوں کے نزول کا سبب ہے یہ مجلس یہ ماتم یہ گریہ و بکا میرے بیمار امام آپکا عطیہ ہے انعام ہے خدا ہمیں ہمیشہ اس ذکر کو کرنے کی سننے کی سعادت نصیب کرے۔

تا عمر جسکی آنکھ سے آنسو تھمے نہیں
دل سے نشان رنج و مصائب مٹے نہیں
جو کربلا کے بعد کبھی بھی سنے نہیں
ثانی مرتضیٰ پر ہمارا سلام ہو
بیمار کربلا پہ ہمارا سلام ہو

رکھا بلند جس نے محمد کے نام کو
وہ جس نے ذوالفقار بنایا کلام کو
اور ریزہ ریزہ کردیا دربار شام کو
اس پیکر رضا پر ہمارا سلام ہو
بیمار کربلا پہ ہمارا سلام ہو

ڈاکٹرعطیہ خان(امریکہ)

# شیعیت اور عزاداری

(۱)

پتھر پہ علم دین کا گاڑا کس نے
للکار کے مرحب کو پچھاڑا کس نے

(۲)

راج دلارا زہرہ کا زخمی ہے اور پیاسا ہے
بوند نہیں ہے پانی کی خون کا دریا بہتا ہے

(۳)

رجز پہ پڑھتے تھے رن میں حضرت
کہ میں ہوں فرزند میر کوثر

(۴)

زینب کے دلارے ہیں یہ زینب کے دلارے ہیں
کس شان سے دیکھو یہ مقتل کو سدھارے ہیں

(۵)

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

صبح صبح آنکھ کھلی تو دماغ ان سب نوحے، مرثیہ اور سوز و سلام کی گڈ مڈ سے بند تھا۔ ذہن پر زور دیا کہ رات ای سے

بات ہوئی فون پر تو انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی انجمن کی پچاسویں سالگرہ منارہی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ہم سب بہن بھائی اس میں شریک ہوں............ تو اس کے بعد جو ہم سوئے تو یہ ساری یادیں ذہن میں رات بھر چکر لگاتی رہیں۔

اوپر لکھے ہوئے مرثیہ' نوحے' رباعیاں ہی وہ مضامیں ہیں جن کی بازگشت میں ہمارا بچپن اور لڑکپن گذرا اور اس وقت ہم انہی چیزوں کو شیعیت کی علامت سمجھتے تھے۔ مگر اب جب کہ عمر و عقل کے بہت سے تجربوں سے گذر کر ہم عمر کی اس منزل میں داخل ہو چکے ہیں جہاں عقل ڈاڑھ نکلنے کے بجائے اس کے گرنے کا انتظار ہوتا ہے اور بقول فراز صاحب ہے

کس جادہ سے گذرا ہے مگر قافلۂ عمر
آواز سگاں بانگ درا تک نہیں آتی

تو ہم شیعیت سے کیا مراد لیتے ہیں۔ عزاداری کی اہمیت کیا ہے۔ اور امامؑ کی قربانی کی تاریخ میں کیا حیثیت ہے۔

ہمارے خیال میں شیعیت کی تعریف علی سردار جعفری صاحب سے زیادہ اچھی کسی نے نہیں کی۔ جعفری صاحب کا کہنا ہے کہ "شیعیت اک مذہب نہیں اک تحریک ہے اور اک تہذیب ہے"

شیعیت کو تحریک کیوں کہا گیا۔ اس لئے کہ کربلا کے واقعہ سے آج تک شیعیت ذہن بستگی' قدامت پرستی' ظلم' جبر' ملوکیت' استبداد' استحصال اور ناانصافی کے خلاف جہاد کرتی رہی ہے اور اس کے ماننے والے اور پیرو افراد عقلیت' روشن خیالی اور انقلابی خیالات رکھنے والے ترقی پسند لوگ ہیں۔ امام حسینؑ نے اس تحریک کی بنیاد کربلا میں اس عظیم قربانی سے رکھی کہ جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

قربانی بقول سبط حسن صاحب کے کوئی کلمہ نہیں۔ قربانی تو اک عمل ہے اور ایسا عمل کہ جس کا تعلق انسانی معاشرے کی اعلیٰ قدروں سے ہو۔ یہ عمل کوئی واحد فعل یا وقتی حادثہ نہیں جو کسی اضطراری جذبہ کے تحت واقع ہو جائے اور لوگ اس کو معیار بنالیں۔ ذرا سوچئے اگر کوئی انسان اپنے بیٹے کی گردن پر چھری پھیر دے اور پھر دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرے کہ اس نے اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہم سب اسے دیوانہ سمجھیں گے اور

کوئی بھی اس کی اس حرکت کو عظیم قربانی کا نام دینے پر تیار نہ ہوگا۔

قربانی تو نیک اعمال کا اک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے زندگی کا اک قرینہ ہے۔ سوچنے سمجھنے کا اک خاص انداز ہے سلیقہ ہے جو انسان کی پوری زندگی پر اثرانداز ہوتا اور قربانی سے ہی انسان کی زندگی کو تکمیل ملتی ہے۔

کربلا میں امام حسینؑ کی قربانی کے علاوہ بھی تاریخ میں قربانی کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور یہ قربانیاں ہمیشہ حق کی خاطر دی گئیں۔ حق اور باطل کی جنگ ہر دور میں اور ہر رنگ میں ہوتی آئی ہے۔ حق ہر دور میں انسان کی روحانی طہارت' اخلاقی عظمت' علم اور محبت اور انسانی ہمدردی کا علمبردار ہے باطل ہر دور میں جہل' تاریکی' خباثت' اخلاقی بے راہ روی' انسان دشمنی' استحصال' ظاہری جاہ و ثروت' امارت اور ہماوٹ پر مبنی رہا ہے۔ حق اور باطل کے تصادم میں ظاہراً اکثر حق کا علم سرنگوں ہوتا ہے اور باطل کی جیت نظر آتی ہے مگر اصلاً حق کی یہ ظاہری شکست اس کی فتح ہوتی ہے اور باطل کی یہ ظاہری جیت اصل میں اس کی شکست ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ یہ فرق انسانی برادری پر خود سے خود ظاہر ہو جاتا ہے۔

امام حسینؑ کی کربلا میں قربانی جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا ہے کوئی پہلی یا آخری قربانی نہیں تھی اور نہ یہ پہلی حق و باطل کی لڑائی تھی۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم ..........

۱۔ ہابیل اور قابیل کے واقعہ کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ اس واقعہ پر فراز صاحب کا اک بہت ہی عمدہ شعر یاد آگیا۔ کہتے ہیں۔

مرے ضمیر نے قابیل کو نہیں بخشا
میں کیسے صلح کروں قتل کرنے والوں سے

۲۔ حضرت ابراہیمؑ (خلیل اللہ) کو شعلوں سے آمنا سامنا کرتے دیکھیں گے۔

۳۔ صلیب پر بلند ہو کر حضرت عیسیٰؑ کے ایثار کی شہادت دینی پڑیگی

۴۔ سقراط کے چہرے پر زہر کا پیالہ پینے کے بعد جو سکون اور طمانیت تھی اس کا ذکر کریں گے۔ اور منصور کے سولی پر چڑھنے کے انداز کو سراہیں گے۔

تو پھر اگر یہ سب مذکورہ بالا قربانیاں بھی حق کی خاطر ہوئیں تو امام مظلوم کی قربانی میں وہ کیا انوکھی بات ہے جو اس کو دنیا ذبح عظیم کا درجہ دیتی ہے اور کربلا کے واقعہ کو حیات جاوداں بخشتی ہے۔ شاید یہ بات ہے کہ اور جتنی بھی قربانیوں کا ہم نے ذکر کیا ان سب میں کسی میں نفس کی قربانی۔ کسی میں جان کی۔ کسی میں اولاد کی کسی میں مال وزر کی مگر امام حسین نے کربلا میں اک ہی وقت میں جان' نفس، اولاد اور مال وزر' دوستوں اور عزیزوں سب ہی کی قربانی کر کے اس قربانی کو اور سب قربانیوں سے اونچا کر دکھایا۔

سلام تجھ پر کہیں گے حسین ہم جیسے (فراز)

عزاداری کی بنیاد جناب زینب نے ڈالی۔ جب انہوں نے امام کے قتل کے بعد یزید کے دربار اور بازار شام و کوفہ میں کربلا کے واقعات بیان کئے اور لوگوں کو حق بات بتانے کے لئے اپنے پردہ' چادر' نام و نفوس کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر صرف حق اور حق کو آشکارا کرنے کیلئے باطل کا نقاب ریزہ ریزہ کیا۔ دنیا تک اپنے بھائی کا پیغام پہنچایا اور دنیا کو یہ بتایا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

یہی عزاداری آگے چل کر ہم شیعوں کی پہچان بنی۔ اور ہم اس وقت سے ہر سال محرم میں پوری دنیا کو امام حسین کا اور جناب زینب کا پیغام پہنچاتے ہیں اور حق اور باطل کا فرق سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس عزاداری کی روایات کے ساتھ جب لکھنؤ شیعوں کا نیا مسکن قرار پایا تو خاص کر شاہاں اودھ کے دور میں اردو شاعری کو فروغ ملا اور اک نئے طریقہ اظہار کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ زبان میں نئی جہتوں کا اضافہ ہوا۔ مرثیہ' نوحہ' سوز و سلام وغیرہ نے بہت ترقی کی اور مرثیہ گوئی کے فن نے بھی اردو ادب میں بادشاہت کی۔ میر انیس کا اور دوسرے مرثیہ گو شاعروں کا اردو زبان میں بڑا حصہ ہے اور احسان ہے اور جیسا کہ عذرا نے اپنے مقالے میں کہا کہ افسوس ہے کہ بہت سے اچھے پڑھے لکھے اردو داں بھی ادب کی اس صنف کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی تہذیب میں لکھنؤ کے شیعہ کلچر نے جو نزاکتیں اور لطافتیں پیدا کیں یا متعارف کروائیں ان سے ہم سب واقف ہیں اور آج تک مستفیض ہوتے ہیں۔ اردو ادب کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی شیعہ کلچر کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ زیادہ تر غزل گانے والیوں نے اپنے فن کا آغاز سوز و سلام'

مرثیے اور نوحے وغیرہ پڑھنے سے کیا جو میں چند آج بھی اس بات کی تصدیق کے لئے ہمارے درمیان موجود ہیں مثلاً کجن بیگم وغیرہ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ امام حسین کی اس تحریک۔ شیعہ روایات و تہذیب۔ کربلا میں عظیم قربانی اور اس کے بعد عزاداری سے ہم لوگ اپنی روزمرہ زندگی میں کس طرح اور کس حد تک اثر پزیر ہوتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی سوچ اور بصیرت پر منحصر ہے کہ آپ زندگی کے اثرات کس حد تک شعوری اور لاشعوری طور پر محسوس کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں تو ہماری زندگی کے کسی زاویہ پر بھی نظر ڈالیں تو ہر طرف ہی شیعیت کے اثرات محسوس ہوتے ہیں چاہے وہ ہمارا پیشہ ہو یعنی ڈاکٹری' چاہے وہ شاعری و ادب سے دلچسپی ہو' چاہے وہ ہمارا سوشل پروجیکٹ (Human Development Foundation) ہو چاہے وہ ہماری اپنے خاندان سے بے انداز محبت ہو۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

قمر اعظمی

۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء

# مقصدِ عزاداری

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو ارضِ کربلا پر جو عظیم قربانی پیش کی وہ تاریخِ عالمِ انسانیت کا ایک زندہ معجزہ بن گئی جسکے اثرات ہر گذرے ہوئے وقت کیساتھ گہرے ہوتے جارہے ہیں اور ہر گزرتا ہوا زمانہ اس عظیم واقعہ کی افادیت ہمہ گیری اور ضرورت کو مزید ابھارتا جارہا ہے۔ یہ کل آج اور آنے والے کل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ واقعہ کربلا کس طرح سفر کرتا ہوا موجودہ صدی تک آگیا اور ابھی اسکا یہ سفر نامعلوم وقت تک کیسے جاری رہیگا۔ اس داستان کربلا کو تسلسل سے جاری رکھنے میں سب سے اہم کردار عزاداری نے ادا کیا اور کر رہی ہے۔

بعد کربلا جب ہم آئمہ طاہرین کے مختلف ادوار کا جائزہ لیتے ہیں اور انکی سیرت و کردار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں جو امور مشترک ملتے ہیں وہ ذکر حسین علیہ السلام یا عزاداری ہے۔ امام سید سجاد جب تک حیات رہے مسلسل گریہ و بکا میں مصروف رہے اور لوگوں کو بھی گریہ اور ذکر کی طرف راغب کرتے رہے یہاں تک کہ اگر کوئی خوشی کی تقریب میں بلاتا تو جانے سے گریز کرتے اور اگر کوئی کہتا فرزند رسول آج ہم نے آپکے پدر گرامی کی مجلس کا اہتمام کیا ہے تو خوش ہو کر دعا دیتے اور وہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ جناب سیدہ زینب نے اسی دن ذکر حسین کا آغاز کر دیا تھا جب حضرت امام حسین منزل شہادت پر فائز ہوئے۔

شام غریباں میں جب خیمے جل گئے اور ناموسِ رسول باہر آگئیں تو جناب زینب اس ٹیلے پر تشریف لے گئیں جسے "تلہ زینب" کہتے ہیں جب آپ نے اپنے بھائی کا لاشہ بے گورو کفن زمین گرم پر دیکھا تو رسول اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔

> "یارسول اللہ آپ پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور یہ آپکا حسین ہے جو خون میں ڈوبا ہوا ہے جسکا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے اور جسکا عمامہ اور ردا چھن چکی ہے"

جناب زینب نے باآواز بلند امام حسین کا نوحہ پڑھا اور اس واقعہ کو کھلے عام بیان کرنا شروع کر دیا جسے دشمن چھپانا چاہ رہا تھا۔ پھر آپ نے کربلا میں ہونے والا ایک ایک ظلم کربلا سے کوفہ' بازار شام' دربار یزید' زندان شام غرض جہاں آپ کو موقع ملا اپنے خطبوں کے ذریعہ اسے ہر جگہ بیان کیا تاکہ یہ واقعہ اور اس کے اثرات ہر دل میں اتر جائیں۔ زندانِ شام سے جب آل رسول کو رہائی ملی تو حسین کی بہن زینب نے ایک گھر مانگا جہاں جی بھر کے مجلس حسین علیہ السلام برپا ہو سکے یہ صرف اسلئے تھا کہ قربانی حسین رائیگاں نہ جائے خونِ حسین کا ایک ایک قطرہ ہر دور یزید و ابن زیاد سے ان کے ظلم کا حساب لیتا رہے ہر دور کا یزید اور ابن زیاد حسینیت کے سامنے لرزہ بر اندام رہے اور مظلومیت تا ابد ہر ظالم کے سامنے سپر رہے۔

اس عظیم قربانی کو باقی اور زندہ رکھنا اسلئے بھی ضروری تھا کہ یہ کسی فرد واحد کی اپنے مقصد کے حصول کے لئے نہیں تھی بلکہ یہ وہ قربانی تھی جسمیں حق باطل سے نبرد آزما تھا صدق کذب کے سامنے سینہ سپر تھا عدل ظلم سے ٹکرا رہا تھا علم جہل سے پنجہ آزمائی کر رہا تھا اور نور ظلمت پر غالب آرہا تھا اس جنگ میں امام حسین اکیلے نہیں تھے بلکہ آپ کے احباب و انصار کیساتھ آپکی اولاد کو بھی جام شہادت پینا تھا۔ امام حسین یہ بھی جانتے تھے کہ میرے بعد اس گھرانے کی محترم خواتین کو قیدی بنا کر بازاروں اور درباروں میں انکی تشہیر کی جائیگی لیکن اس کے باوجود آپکا مقصد اتنا بلند تھا کہ آپ نے ہر مصیبت اور ابتلاء کا مقابلہ بڑی خندہ پیشانی اور صبر و سکون سے کیا اپنی جان اپنے کسی اصول یا مقصد کیلئے دینا آسان ہے لیکن عزیز و اولاد کو مرتے دیکھنا انکے جنازے اٹھانا وہ بھی صبر و استقامت کیساتھ یہ صرف حسین ابن علی کا کام ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے خود اس ذکر کو باقی رکھنے کی وصیت کی تھی۔ جب آپ آخری رخصت کے لئے خیمے میں آئے اور بیمار کربلا سے جو وصیتیں کیں تو ان سے یہ بھی کہا تھا۔

"بیٹا سید سجاد جب مدینے واپس جانا تو میرے شیعوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پیؤ تو میری پیاس کو یاد کرنا اور کہنا کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو میری مصیبت کو یاد کر کے رو لینا"

اسلئے یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا کہ عزاداری حسین اسی وقت سے شروع ہو گئی جب آپ اپنے عزیز و اقارب اور رفقاء

کیساتھ منزل شہادت پر فائز ہو گئے۔ امام سید سجاد حضرت سیدہ زینب اور کل آئمہ طاہرین سب نے اس ذکر کو نہ صرف یہ کہ جاری رکھا بلکہ دوسروں کو اسکی طرف راغب کیا۔

امام علی رضا علیہ السلام ولی عہد تھے اسلئے آپ نے اسکا پورا فائدہ اٹھایا اور عزاداری کو فروغ دیا تاریخ میں رقم ہے کہ محرم کا چاند نکلتا آپ نعلین اتار دیتے عمامہ اتار دیتے ذکر حسین کر کے خود بھی گریہ کرتے اور دوسروں کو بھی اسکی تلقین کرتے کبھی شاعر آل محمد دعبل خزاعی کو بلواتے اور اس سے ذکر حسین کا مرثیہ سنتے کبھی خود ذاکر بن جاتے خود بھی روتے دوسروں کو رولاتے اور انھیں رونے کے اجر و ثواب سے آگاہ کرتے یہی انداز اور طریقہ ہر امام نے اپنے دور میں اختیار کیا اس طرح رسم عزاداری کو زندہ رکھا۔ در حقیقت شہادتِ امام حسین علیہ السلام تاریخ عالم انسانیت کی وہ دلدوز واقعہ ہے جس پر زمانے کے سرد و گرم اثر انداز نہیں ہوتے یہ داستانِ درد و غم ایثار و قربانی کی وہ داستان ہے جو بار بار سننے کے باجود پرانی نہیں ہوتی حکومتوں کا جبر اسکے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔ عہد بنو امیہ ہو یا بنو عباس 'ناساز گار حالات ہوں شرک و بدعت کے فتوے ہوں یا حکومتوں کا جبر و استبداد کوئی نہ اس مظلومیت کے سامنے ٹھہر سکا۔ اور نہ کوئی ذکر کو روک سکا مظلومیت کی اس داستاں نے امیر 'غریب' بادشاہ' فقیر' سب کے دلوں کو گداز کر دیا۔ یہ درد ہر اس دل میں اتر گیا جو انسانیت آشنا تھا۔ سب نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس سے اثر قبول کیا اور اس کو اپنے اپنے طور پر منایا۔

سچ تو یہ ہے غم حسین اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمت عظمیٰ ہے اور عزاداری اس نعمت کا شکرانہ ہے۔ غم حسین کی نعمت ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی عطا کرتی ہے مومن کے دلوں کو موت کے خوف سے بے نیاز کر دیتی ہے یہ نعمت ناامیدی میں امید ہے یہ پُر آشوب حالات میں عزم و حوصلہ ہے اس عزاداری سے ہر دور کا یزید گھبراتا ہے کیونکہ یہ مظلوموں کو استقامت اور جرأت عطا کرتی ہے۔

اسلئے عالم انسانیت کو چاہئے اس عزاداری سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔ اسے نہ محض رسم بنایا جائے اور نہ ثواب کا ذریعہ بلکہ عزاداری کو معرفتِ محمد و آل محمد کا وسیلہ بنایا جائے تاکہ ہر مکتبِ فکر کا انسان یہ جان لے کہ اسی ذکر میں

معرفت خدا بھی ہے اور معرفتِ رسول ﷺ بھی۔ یہی ایمان کی بھی دولت اور عمل کی بھی اور یہ عزاداری لوگوں کو توحید نبوت ورسالت قرآن اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہی دیتی ہے عزاداری کے ذریعہ اپنے سماجی رتبہ کی نمائش کرنا تصنع اور دکھاوا اپنی سماجی برتری ثابت کرنا یہ سب عزاداری کی روح کو فنا کردینے کا سبب ہیں جن سے بجائے فائدہ کے نقصان اور قوم کا انتشار ہے۔

عزاداری کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دلوں میں مودت محمد وآل محمد راسخ ہو تاکہ خیر وشر کی راہیں واضح اور جدا جدا نظر آئیں اور اس طرح یہ محبت صراطِ مستقیم کیطرف لے جانے والی بن جائے۔ عزاداری سے آل محمد کی مودّت میں اضافہ ہو کیونکہ جب صحیح معنوں میں یہ محبت دلوں میں گھر کرلے گی تو پھر مودت رکھنے والے آپ کی سیرت وکردار کی پیروی کرینگے اور یوں نجات اخروی کی راہیں روشن ہوتی جائینگی۔ عزاداری کے ذریعہ آل محمد کی سیرت وکردار کو سامنے لایا جائے اب مجلس کی اس روایت کو ترک کردینا چاہئے جسکی ابتداء فضائل علی ابن ابی طالب اور انتہا مصائب حسین ابن علی ہوتے ہیں ہونا یہ چاہئے کہ اس منبر کے ذریعہ تمام آئمہ اہلبیت کی سیرت طیبہ انکے دور کے حالات اور یہ بتایا جائے کہ مصائب سے ہر حالات میں انھوں نے کس طرح چراغ توحید ورسالت کو جلائے رکھا اور ذکر حسین کو باقی رکھا عزاداری کے ذریعہ لوگوں کے دینی شعور کو ابھارا جائے تاکہ لوگوں کے ایمان ومعرفت الٰہی میں اضافہ ہو۔ عزاداری کے ذریعہ قرآن وتفسیر اصول وفروع فقہ واصول فقہ سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے تاکہ لوگوں کو صحیح وغلط، حرام و حلال کا فرق معلوم ہوتا رہے۔

عزاداری کا ایک اہم بنیادی مقصد اتحاد واتفاق کا فروغ ہے مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر میں یہ اجتماع یہ مل بیٹھنا ہمکو کہیں نظر نہیں آتا۔ تمام فرقے آپس میں دست وگریباں ہیں یہ اجتماعیت یہ ہمہ گیری یہ مل بیٹھنا صرف اور صرف ذکر حسین کا صدقہ اور عطیہ ہے۔ عزاداری کے ذریعہ اپنی صفوں میں اتحاد رکھیں تاکہ مخالفین خوددم توڑدیں۔

ذکر حسین علیہ السلام ایک ابدی ذکر ہے یہ ایثار وقربانی کا ایک لافانی پیغام ہے جو ہر دور کے یزید کے خلاف جذبہ جہاد پیدا کرتا ہے۔ یہ ذکر حقوق انسانی کا پیامبر ہے۔ ظلم وستم کے سامنے ڈٹ جانے کا نام ہے۔ ذکر حسین حق وصداقت، عدل وانصاف اور تقویٰ کا علمبردار ہے۔ حسین کا پیغام آفاقی اور ابدی ہے ہندو شاعر کرشن بہاری نور بارگاہِ حسینی میں کہتے

ہیں۔

اے مرکز ایماں زندہ باد اے صبر کا پرچم زندہ باد
ہر اشک ٹپک کر کہتا ہے شبیر کا ماتم زندہ باد
شبیر ہو بھارت یا کشمیر ایران کی زمیں یا پاکستان
ہر ملک ہے تیرے قبضے میں اے فاتحِ عالم زندہ باد

عذرا رضا۔ شکاگو
۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء

# عزاداری : چندذاتی مشاہدات و تاثرات

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے کعبہ میں بھی شیعہ اسے دفناؤ کربل میں!

کہتے ہیں کہ ایک انسان کی سوچ سے لاکھوں کی زندگی بہتر ہو سکتی ہے۔ سائنس کی دنیا میں ایسی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں پچھلی دو صدیوں کی ایجادات ہی کو لے لیجئے۔ آپکو اس قول کی صداقت پر ایمان لانا ہی پڑے گا۔ ٹیلی فون' ٹیلی وژن' ریڈیو' کمپیوٹرز' ریل گاڑی' کار' ہوائی جہاز' پنسلین' ہارٹ سرجری وغیرہ یہ تو صرف چند وہ چیزیں ہیں جنکے بغیر آج کی دنیا میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم جیسے لاکھوں انسان آج جو ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں وہ چند غیر معمولی سوچ رکھنے والے موجدوں کی مرحونِ منت ہیں اسکے برعکس اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں کہ کیا ایک انسان کے "عمل" سے لاکھوں کی زندگی میں انقلاب آسکتا ہے تو شاذ و نادر ہی ایسے نام ملیں گے جنکے بارے میں یقینی طور پر اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ بے شک فلاں انسان کے فلاں عمل نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ اسکی سب سے بڑی مثال حسینؑ کا کردار اور کربلا کا واقعہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس تاثر میں ہمارے پیدائشی شیعہ ہونے کا بڑا ہاتھ ہو۔ مگر چونکہ پختہ عمر میں پہنچ کر بھی یہی تاثر برقرار رہا اور کیونکہ ہمارا پیشہ سائنس ہے جو ہر چیز کی کھال ادھیڑنا سکھاتا ہے اسلئے ذہن کو سنجیدگی سے کریدنا پڑا۔ اور جب ہر مرتبہ یہی ایک نام سر فہرست ملا تو اسکی تھوڑی تفصیل سے جانچ پڑتال کرنے کا تجسس پیدا ہوا۔ توجہ اور مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ حسینؑ کے کردار اور کربلا کے واقعہ سے نہ صرف لاکھوں انسانوں کی زندگی

متاثر ہوئی بلکہ ان کے اس عمل کا اثر بعد میں آنے والی نسلوں کی زندگی کے ان گنت پہلوؤں پر ہوا۔ ظاہر ہے کہ ۔

نہ میری نعت کی محتاج ذات ہے تیری
نہ تیرا ذکر ہے ممکن مرے خیالوں میں

نہ مجھ میں اتنی جرأت ہے اور نہ یہ موقع ہے کہ یہاں واقعۂ کربلا کا نفسیاتی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے تفصلی جائزہ لیا جائے۔ یہاں مقصد صرف چند ذاتی مشاہدات و تاثرات بیان کرنا ہے۔

کبھی تم نے خبرنامے کی لمبی میز کے چاروں طرف بیٹھے خدا دیکھے ؟
کبھی انکی نگاہوں میں جمی بیگانگی دیکھی ؟
انہیں آسودگی یہ ہے
کہ انکے فیصلوں سے جن گھروں میں موت اترے گی
وہ انکے گھر نہیں ہونگے۔

(منصورہ احمد)

اس المیہ کو محض تیسری دنیا تک ہی محدود مت جانیئے گا۔ جس امریکہ کو آج ہم نے اپنا "دوسرا گھر" مان لیا ہے اور جو فخر سے اپنے آپ کو پہلی دنیا کا راھبر سمجھتا ہے وہاں بھی فلسطینیوں سے ناانصافی یا عراق پر بمباری کا فیصلہ اسی بناء پر کیا جاتا ہے کہ "انکے فیصلوں سے جن گھروں میں موت اترے گی وہ انکے گھر نہیں ہونگے"۔ اب اس روشنی میں حسین کے اس فیصلہ کو دیکھئے جسکا نتیجہ یقینی موت اور پورے خاندان کی مکمل بربادی تھی اور جسکا علم نہ صرف امام کو بلکہ بقیہ تمام اہلِ خاندان اور افراد کو تھا۔ ظالم و مظلوم اور سیاہ و سفید کا فرق جس صفائی سے کربلا میں واضح ہوا اسکا تذکرہ بچپن سے مجالس میں

سننے کی وجہ سے نہ صرف ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کی ہمت ہوئی بلکہ مظلوم کا ساتھ دینے کا جذبہ بھی پیدا ہوا۔ اسکی ایک ذاتی مثال حاضر ہے شاید چوبیس سال کی عمر تھی جب ڈاکٹری کی تعلیم کراچی میں ختم کر کے امریکہ میں ٹریننگ کے لئے سینکڑوں اسپتالوں میں درخواستیں بھجوائی تھیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ غیر امریکیوں کو ریذیڈنسی ٹریننگ کی پوزیشن ملنا بہت مشکل تھا اور خاص کر کسی یونیورسٹی پروگرام میں تو بالکل ناممکن تھا۔ خدا خدا کر کے امیگریشن ویزا ملا اور بفلو (نیویارک پہنچے)۔ ریذیڈنسی ملنے کی امید سے مایوس ہو کر ارادہ کیا کہ بجائے گھر بیٹھ کر وقت ضائع کرنے کے کیوں نہ کسی اسپتال سے وابستہ ہو کر امریکن ڈاکٹروں سے اپنی برابری کا اعتراف کروایا جائے تاکہ ریذیڈنسی ملنے میں مدد مل سکے۔ خوش قسمتی سے بڑی بہن عطیہ کی بہترین کارکردگی کی بدولت امریکہ کے سب سے پہلے کینسر اسپتال "راز ول پارک" میں فیلو شپ مل گئی۔ چند ماہ کی دن ورات محنت کے بعد ایک روز ڈیپارٹمنٹ کے چیرمین نے اپنے آفس میں طلب کیا اور کہا کہ ڈاکٹر رضا آپ نے یہاں جس کام کا مظاہرہ کیا ہے اسکی بناء پر میں آپکو بفلو کے فلاں اسپتال میں ریذیڈنسی دلوانے کو تیار ہوں تو ناچیز نے جواب دیا کہ نوازش' شکریہ۔ مگر وہاں کام ناممکن ہے۔ انہوں نے قدرے حیرانی سے پوچھا کیوں تو صحیح بتانا پڑا کہ جب کراچی سے خط لکھ کر اس اسپتال سے درخواست منگوائی تو انکا کورا اور دل شکن جواب ملا تھا کہ "ہم غیر ملکی ڈاکٹروں کو درخواست تک بھیجنے کے قائل نہیں ہیں" تو جب ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ ہو جائے اس ناانصاف اسپتال میں ریذیڈنسی نہیں کریں گے۔ اس پر چیرمین نے کہا "مجھے آپکا جواب بڑا عجیب لگا کیونکہ جس ملک سے آپ آئی ہیں وہاں کی زیادتیوں کے مقابلے میں یہ ایک بہت معمولی سی ناانصافی ہے" اس وقت یہ خیال آیا کہ اب اس امریکن کو یہ کسطرح سمجھایا جائے کہ یہ حسین کربلا اور عزاداری کا ایک ادنیٰ سا سبق ہے۔ کھٹ سے جواب دیا کہ ہاں' بیشک پاکستان میں اس سے بڑی زیادتیاں دیکھی ہیں مگر اسکا یہ مطلب بالکل نہیں کہ ایک "Lesser evil" کو خوشی یا خاموشی سے برداشت کر لیں! مزہ تو یہ ہے کہ یہ پہلی گفتگو ہم دونوں کے درمیان دوستی کی ایسی بنیاد بنی کہ آج تک قائم ہے۔

جھوٹ کا میٹھا مرہم کب تک زخم کی انگلی تھامے گا

کڑوے سچ سے منہ مت موڑو تب شاید کچھ بات بنے
کون تمہارے آنسو پونچھے، سب کے دامن بھیگے ہیں
اپنا دامن آپ نچوڑو تب شاید کچھ بات بنے
(سلمان اختر)

حسین کے ایک یقینِ محکم نے ہم جیسے ہی عام انسانوں میں خود اعتمادی اور ہمت پیدا کی۔ یہ بھی کربلا کا ایک عجیب سبق ہے۔ جھوٹ کے میٹھے مرہم کو قبول کرتے وقت جو خلش محسوس ہوتی ہے اسکی جڑ سراسر بچپن سے عزاداری اور کربلا کے ذکر تک پہنچتی ہے اگر امام چند دوستوں، بچوں، عورتوں اور غلاموں کی مدد سے ایک مسلح فوج سے ٹکر لے سکتے ہیں تو ہم اپنے معمولی جھوٹوں کے ساتھ کس منہ سے سمجھوتہ کریں؟ اور اگر باقی "سب کے دامن بھیگے ہیں" تو کیا ہوا۔ خود پر بھروسہ کرنا ہی کربلا کا سبق ہے جو زندگی کے کتنے ہی موڑوں پر محسوس ہوتا ہے۔ بہت سے پڑھنے والوں کو یہی سبق کسی اور ہستی یا واقعے سے ملا ہوگا۔ ہم کیونکہ ایک خاص نجیب الطرفین شیعہ گھرانے کی پیداوار ہیں اسلیئے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم ہمارے اندر تھوڑی بہت حالات سے ٹکر لینے کی جو ہمت آئی ہے اسکا Moral Source امام حسین ہیں اور کربلا ہے۔ اپنے آجکل کے لیڈروں کو دیکھ کر تو کیفی اعظمی صاحب کا وہ شعر یاد آتا ہے کہ ؎

حرّیت کو آج پھر ہے ابنِ حیدر کی تلاش
وقت کو ہے پھر کروڑوں میں بہتر کی تلاش
خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم شیعہ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

شیعہ اپنے ذاتی غموں پر بھی صرف ماتم حسین بپا کرتے ہیں۔ اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ دل میں

دوسرے کا درد محسوس کرنے کا موقع ملتا ہے غیروں سے ہمدردی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
شیعوں کے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

ہماری ایک بے حد عزیز سنی دوست کی شادی ایک بوترابی شیعہ سے ہو گئی ہے موصوفہ کو پچھلے چند سالوں میں خوب مجالس کرنی پڑیں۔ گزشتہ برس انکا فون غیر ملک سے آیا کہ تجو سنو کیا تمیں معلوم ہے کہ شیعہ جنت میں کیوں جانا چاہتے ہیں؟ نہیں! تو سنو ہمارے یہاں جو مولوی صاحب اس سال کراچی سے مجلس پڑھنے تشریف لائے تھے انہوں نے بتایا ہے کہ شیعہ جنت میں اسلئے جانا چاہتے ہیں کہ وہاں بیٹھ کر دل کھول کر روئیں اور اطمینان سے "بی بی" کو پرسہ دے سکیں۔ تو جناب نہ تو مجھے شہد پسند ہے نہ میں دودھ پیتی ہوں اور نہ مجھے زیتون کھانے کا ہی کوئی شوق ہے۔ اوپر سے اب یہ پتہ چلا ہے کہ وہاں بھی تم شیعہ بین کرنے کو موجود ہو گے تو بھی۔

ایسی جنت کا کیا کرے کوئی
جس میں شیعوں کے صرف آنسو ہوں

مذاق ایک طرف' نہ صرف اس پیاری دوست ہی کو عزاداری کی اہمیت کا پورا اندازہ ہے بلکہ ہماری دوسری محبوب سنی دوست اور مشہور مصنفہ محترمہ زاہدہ حنا کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ شیعہ کلچر میں اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ' محفل کے آداب' ہنر شناسی' اچھے برے شعر کی تمیز یہ سب عزاداری کی عنایت ہیں۔

صنفِ نازک کو دیکھ کر ہوں دنگ
اپنی فطرت سے کر رہی ہے جنگ

کیا جناب زینب سے زیادہ "ترقی پسند" کوئی اور عورت آپکے ذہن میں ہے ؟ جس نفاست اور نزاکت سے جناب زینب نے دربار یزید کو ایک بلیک بورڈ بنا کر دنیا کو کلِ ایمان بامقابلہ کلِ کفر کا سبق دیا ہے کیا اسکی مثال کہیں اور ملتی ہے جناب زینب نے اپنی فطرت سے جنگ نہیں کی اور تلوار لے کر میدان میں نہیں کود پڑیں۔ انہوں نے اپنی فطرت کے عین مطابق موثر ہتھیار استعمال کے یعنی اپنی تقریر سے یزید پر تابڑ توڑ حملے کر کے وہ جنگ اختتام کو پہنچائی جسکا آغاز شہدائے کربلا نے میدانِ جنگ میں اپنی جان دے کر کیا تھا۔

چھا گیا خطبۂ زینب کی تجلی کا سماں
پھر سے لہرایا محمد کی رسالت کا نشاں
تخت پر منکرِ بدبخت کی تھی بند زباں
طشت میں سر شہہِ مذلوح کا گویا نگراں
کتنی برجستہ ہدایت کی ندا پہنچی ہے
کربلا شام کے دربار تک آپہنچی ہے

(سید آلِ رضا)

کاش مسلمان آپس کے لڑائی جھگڑے ختم کر کے سنجیدگی سے مل جل کر اپنی روایات اور تاریخ کا تحقیقاتی نقطۂ نظر سے جائزہ لینا شروع کریں۔ مجھے یقین ہے کہ کربلا کے ایک ایک زاویے پر درجنوں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگریاں بانٹی جا سکتی ہیں۔ آجکل کی تعلیم یافتہ فیمنسٹ Feminist خواتین زینب کے کردار اور واقعہ کربلا میں انکے بے مثل اور عظیم کردار کو پہچان لیں تو خوشی انکے آگے زانوئے ادب تہہ کریں۔ الم تو یہ ہے کہ بجائے ان قابلِ تحسین تذکروں کے مغرب کے اخبار مسلمانوں کی دہشت گردی کی خبروں سے بھر پور رہتے ہیں اور سچ مانیئے تو اس میں بڑا قصور ہمارا اپنا ہے۔ واقعہ کربلا پر

کتنی تھیسس Thesis لکھی گئی ہیں جن کو معتبر مان کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہو؟ کتنی بین الاقوامی زبانوں میں واقعہ کربلا کی صحیح تفصیل چھاپی گئی؟

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیٔ نسواں یا زمرد کا گلوبند؟
(اقبالؔ)

جب بھی مغرب میں تیسری دنیا کی عورتوں کا تذکرہ آیا ہے وہاں اخباروں میں سنسنی خیز سرخیوں کی خاطر زیادہ تر مردانہ تشدد اور ظلم کے جھوٹے سچے واقعات بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ افسوس ہمارے کسی بافکر صحافی نے متوسط درجے کی شیعہ خواتین پر محرم اور عزاداری کے اثر کو اپنا موضوعِ تحقیق نہ بنایا۔ حسین کے ذکر اور واقعہ کربلا کو آج تک زندہ رکھنے میں عورتوں نے کیا کردار ادا کیا؟ یا محرم کی وجہ سے شیعہ خواتین کو جو آزادی ملتی ہے اسکا ذکر اور تفصیلی جائزہ تو پڑھے لکھے محققین کی ذمہ داری ہے۔ یہاں بہت عام سے چند ذاتی مشاہدات کا ذکر کافی ہے۔ محرم کے دس دن شیعہ خواتین کالے کپڑے پہنتی ہیں۔ لہٰذا وہ چاہے عید پر نئے کپڑے بنائیں یا نہیں، کم از کم محرم کے لئے سیاہ لباس کا انتظام ضرور کرتی ہیں۔ پھر مجلس میں شرکت کے بہانے سے انکو گھر سے باہر نکلنے کی آزادی میسر آتی ہے۔ اس سے محرم کے دوران ہی سہی تھوڑی بہت خود مختاری کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے۔ دور کی مجالس میں شرکت کے لئے اکثر خواتین گروہوں کی شکل میں نکلتی ہیں۔ اس سے انکے net works بنتے ہیں۔ ایک دوسرے کی لڑکیاں انکے طور طریقے اور رہن سہن کے انداز غور سے دیکھ کر ایام عزا کے بعد رشتے اور شادیاں طے کی جاتی ہیں۔ غریب بچوں کو سوا دو مہینے تبرک کے نام پر بہتر کھانا نصیب ہوتا ہے۔ ویسے تو عورتوں کی آواز گھر کے باہر تو کیا اندر بھی شاذونادر ہی سنی جاتی ہے۔ صرف محرم ہی ایسا زمانہ آتا ہے کہ جب لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے خواتین کے پڑھے ہوئے سوز، سلام، نوحے، مرثیے اور حدیثیں میلوں تک سنی جاسکتی ہیں۔ اسطرح اپنے جوہر کا پبلک میں اظہار کرنے سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور گھریلو دبو گھسو خواتین کو باہر نکل کر اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کے اظہار کا موقع ملتا ہے حدیث خوانوں کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے کیونکہ انہیں اپنا موقف دوسروں تک

پہنچانے کا ایک بے بہا موقع مل جاتا ہے افسوس کہ چند حدیث خواں تقریر کے زور پر ہی سامعین کو مسحور کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اسکو کہتے ہیں گفتگو کا اثر
بات کھدی بیان خالی ہے

نیند آئے گی جب تو پاؤنگی بابا
میں رات کو مقتل میں چلی آؤنگی بابا

شبہ نے کہا جاتی نہیں سیدانیاں باہر
سینے پہ سلائے گی تمیں رات کو مادر

وہ کہتی تھی سوئیں گے کہاں پھر علی اصغر
شبہ نے کہا بس ضد نہ کرو صدقے میں تم پر

شب ہوئے گی اور دشت میں ہم ہوئیں گے بی بی
اصغر میرے ساتھ آج وہیں سوئیں گے بی بی

اصغر کبھی ساتھ آپکے اتنک نہیں سوئے
بہلالیا ماں نے اگر چونک کے روئے

شفقت یہ مجھ ہی پر تھی کہ بے چین نہ ہوئے
یوں پیار کروں جسکو وہ یوں ہاتھ سے کھوئے

جیتے رہیں فرزند کہ سب لختِ جگر ہیں
میں آپ کی بیٹی ہوں وہ ماں کے پسر ہیں

میرے عزیز کرم فرما جناب اطہر حسین رضوی عرف کیفیؔ اعظمی صاحب جو میر انیس کے پوتے دولہا صاحب عروج کی شاگردگی سے فیضیاب ہو چکے ہیں انکا کہنا ہے کہ یہ اردو جو ہم لوگ آج کل لکھ بول رہے ہیں یہ ہم تک صرف مرثیہ اور میر انیسؔ کی بدولت پہنچ پائی ہے۔ اوپر کے دو بند ہی انکے اس عقیدے کی صداقت کی دلیل ہیں کیا ایک چار سالہ بچی کی باپ سے ضد اس سے بہتر پیرائے میں بیان کی جا سکتی ہے؟ کیا ان چند جملوں کا سوز پتھر دلوں کو بھی شق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟ اس ضمن میں کیفی صاحب نے ایک بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا جب وہ تین سال پہلے شکاگو میں میرے گھر ٹھہرے ہوئے تھے اور ایک شام اردو محفل کے مہمان تھے۔ بتاتے ہیں کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں وہ ایک روز دولہا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اپنے تازہ کلام پر اصلاح لے سکیں۔ دیکھتے کیا ہیں کہ دولہا صاحب سخت اضطراب اور بے چینی کی حالت میں مبتلا ہیں۔ استفسار پر بتایا کہ لفظ "تو" کا صحیح استعمال صرف انکے جدِ امجد میر انیسؔ نے ایک مصرعے میں کیا ہے اور وہ چاہ رہے تھے کہ دوسری مرتبہ وہ خود اس لفظ کے ساتھ انصاف کر سکیں مگر بات نہیں بن رہی تھی۔ وہ کیا مصرع ہے؟ پوچھنے پر بتایا کہ امام میدانِ کربلا میں تمام رشتہ داروں اور دیگر احباب کی شہادت کے بعد بالکل تنہا رہ گئے اور جنگِ آخر کے بعد وقتِ ظہر ذوالجناح سے زمیں پر تشریف لائے تو جنوں کے سردار زعفر جن بے چین ہو کر بار بار امام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور التجا کرتے کہ مولا آپ اجازت دیں تو دشمن کا فلاں حربے سے منٹوں میں قلع قمع کر دوں اور امام ہر بار انکی خواہش کو رد کرتے چلے گئے تو آخر میں سخت مایوسی، کرب اور فرسٹریشن (Frustration) کے ساتھ میر انیسؔ کے الفاظ میں وہ چیخ پڑے کہ ؎

کچھ کام تو لے احمد مختار کے جانی

افسوس کہ مرثیے، نوحے، سوز، سلام اور قصیدے عموماً شیعوں تک ہی محدود رہے۔ زیادہ تر مسلمان اپنے اس

عظیم ادبی ورثے سے محروم ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات بھی نوحے مرثیے کی صنف سے نابلد ہیں امید ہے کہ آنے والے دنوں میں روشن خیال حضرات اردو ادب میں عزاداری کی اس بیش بہا دولت کو نظر انداز کرنے کے بجائے فروغ دینے کی کوشش کریں گے۔

جان ہی دیدی شیعہ نے کربلا کی آس میں
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

یہ انیس سو اکیانوے کے سرما کا واقعہ ہے۔ امریکہ کے شہر سنسناٹی (Cincinnati) کی ایک سرد شام اسپتال سے آکر معمول کے مطابق ٹینس کھیلا' گھر آکر کھانا کھایا' چند گھنٹے کتاب پڑھی اور آکر نیند کے آگے ہتھیار ڈالدیئے بیچ رات میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی...... آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال ہمیشہ کی طرح یہی آیا کہ یہ فون کراچی سے ہے اور ضرور امی یا بھیا (والد) کو کچھ ہو گیا ہے پھر دل کو یہ سمجھاتے ہوئے کہ ـ گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو! فون اٹھایا بھائی صاحب کی آواز آرہی تھی بھیا کا فون کراچی سے آیا ہے امی کے سینے میں چند گھنٹے سے درد ہے ہم نے انہیں تاکید کی ہے کہ امی کو فوراً آغا خان کے ایمرجنسی روم لے جائیں تو ہم بقول غالبؔ چند لمحوں تک تو "ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں" والی کیفیت میں ہی رہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہم دونوں کو فوراہی کراچی روانہ ہو جانا چاہیئے۔ نیویارک کے جے۔ ایف۔ کے۔ ایرپورٹ پر پی۔ آئی۔ اے کے فرسٹ کلاس لاؤنج میں پہنچے تو بڑا اطمینان یہ ہوا کہ بچپن کے دوست جمیل ملک فلائٹ انجینیر ہیں۔ انہوں نے جہاز سے بھی کئی دفعہ کراچی فون ملوادیا اور اسطرح ہم لوگوں کا مستقل امی کے ڈاکٹروں سے رابطہ قائم رہا۔ جہاز ہی میں بھائی صاحب اور ہم نے امی کی حالت سن کر فیصلہ کیا کہ انکو آغا خان اسپتال سے نیشنل کارڈیو ویسکیولر انسٹیٹیوٹ یا این۔ سی۔ آئی میں منتقل کروالیا جائے جہاں پر بھائی صاحب کے دوست اور مشہور زمانہ ڈاکٹر اظہر فاروقی اور سرجن رحمان کی وجہ سے ہر طرح کی طبی ضروریات اور سہولتیں فراہم تھیں۔ کراچی ایرپورٹ سے بھائی جان ہم لوگوں کو سیدھے این۔ سی۔ آئی لے گئے۔ وہاں پہنچے تو امی کی حالت بہت غیر پائی۔ دل کا ایک دورہ انکو پڑ چکا تھا اور دوسرے کی دھمکی مل رہی تھی اسلئے کہ وہ بستر میں کروٹ بھی لیتیں تو انجائنا کا درد شروع ہو جاتا تھا۔ اگلی صبح بھائی صاحب

پوری رات اسپتال میں گذار اکر گھر چلے گئے کہ چند گھنٹے آرام کرلیں 'بھائی جان ابھی گھر سے اسپتال نہیں پہنچے تھے اور ہم امی کا ہاتھ پکڑے اکیلے انکے کمرے میں تھے کہ ایسے میں دو نرسیں آئیں اور کہا کہ وہ "فولی کیتھٹر" پیشاب کی نالی میں ڈالیں گی۔ امی اور ہم منع ہی کرتے رہ گئے مگر اب جو انہوں نے زور آزمائی کی تو منٹوں میں امی پر نزع کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل کی دھڑکن پر شدید دباؤ اوپر گئے ہوئے مانیٹر سے صاف ظاہر تھا۔ ادھر امی کا سانس اکھڑا چہرہ زرد ہوا 'پسینے سے سارا بدن چند لمحوں میں ایسے بھیگ گیا جیسے کسی نے ان پر گھڑوں پانی انڈیل دیا ہو 'بلڈ پریشر گرنا شروع ہوا اور نبض ڈوبی۔ "کریش کارٹ" کے لئے چیختے ہوئے ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے امی کو ایمرجنسی ٹیکے لگائے اور انتہائی طبی مدد کے اقدام شروع کئے اس ہنگامے میں امی کے چہرے پر نظر گئی تو حیرت کی انتہا نہ رہی اسوقت انکے چہرے پر جو آسودگی اور سکون تھا اسکے حسن کا بیان الفاظ میں مشکل ہے۔ لب دھیرے دھیرے ہل رہے تھے اور ایک پر اسرار مسکراہٹ سے پورا چہرا روشن تھا! کان ہونٹوں سے لگائے تو سنا۔

میرے مولا قل ہو واللہ احد کے واسطے
اسم اعظم اور اللہ الصمد کے واسطے
اپنی ماں باپ کے بھائی کے جد کے . واسطے
یا حسین ابن علی آؤ مدد کے واسطے

پھر کمال یہ کہ ماں نے ایسے وقت بیٹی کی ڈھارس بندھائی اور ایک دلآویز مسکراہٹ سے ناچیز کی ہمت بڑھائی! پچھلے پچیس سالوں میں ہم نے سیکڑوں مریضوں کو دم توڑتے دیکھا ہے۔ پاکستان میں بھی اور امریکہ میں بھی۔ بلا مبالغہ آج تک کسی کو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اتنا پر سکون اور مطمئن نہیں پایا جتنا اپنی ماں کو! یا تو پھر مریم بہن کے عمل داؤدی سے معجزہ ہوا یا دواؤں نے اثر دکھایا' نبض لوٹی' بلڈ پریشر اوپر آنا شروع ہوا۔ ان لمحوں میں امی نے موت کو بہت

قریب سے دیکھا تھا۔ مگر ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جائے موت سے ڈرنے کے امی تو اسے اپنے مولا سے ملاقات کا وسیلہ سمجھ کر خوشی قبول کرنے کو تیار تھیں۔ معلوم نہیں جگر صاحب کے لئے یہ شعر صحیح تھا یا نہیں' ہماری ماں کے لئے تو بیشک حسبِ حال تھا کہ۔

جان ہی دیدی جگر نے انکے پائے ناز پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا!

یہ تجربہ ایسا عجیب تھا کہ آج بھی اسکو یاد کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے لئے مریضوں کو جان کنی کی حالت میں دیکھنا اور طبی امداد سے انکی جان بچانا کوئی زیادہ غیر معمولی بات نہیں۔ مگر جب ڈاکٹر بیٹی بھی ہو تو بات ہی کچھ اور ہو جاتی ہے امی کو یہ ہمت یہ دلیری' یہ غیر معمولی طمانیت صرف عقیدے کی بناء پر ملی۔ جس یقینِ کامل اور انتہائی جذبہ عشق کے ساتھ انہوں نے موت کو سامنے دیکھ کر حسین ابنِ علی کو مدد کے واسطے بلایا تھا اس پر ہمارا دل بھی عش عش کر اٹھا!۔

آفریں اے افتخارِ فاتحِ بدر و حنین
آفریں صد آفریں! اے بیکس و تنہا حسین!
(کیفی اعظمی)

حالانکہ اس واقعے کو آٹھ سال گذر چکے ہیں مگر ہمارے دل پر گہرا نقش چھوڑ گئے ہیں۔ وہ چند لمحے زندگی کا ایک عظیم سبق بن گئے۔

وہ اک لمحہ ہاتھ تھامے میں ستاروں تک کو چھو آئی
اس اک پل میں کئی صدیوں کے ساحل تھے
زمیں کے وقت سے آگے کوئی ناوقت بہتا تھا
زمانوں سے پرے کا اک زمانہ تھا
فضائیں آیتوں کا ورد کرتی تھیں

(منصورہ احمد)

المختصر یہ کہ حسینؑ واقعہ کربلا اور عزاداری کا اثر ہمکو اپنی زندگی کے تقریباً ہر پہلو پر نظر آتا ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں یقیناً اس سے کچھ اور طرح کے سبق بھی لیں گی۔

لازم ہے نظام نو کے لئے
نقاش نئے فنکار نئے
تصویر یقیناً بدلے گی
جب ہاتھ بدلتے جائیں گے!

آخر میں امام کو مکمل اور حسین ترین خراجِ تحسین ان چار سطور میں پیش ہے جس پر ہمارا ایمان ہے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسین
دیں است حسینؑ دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسین



صدر انجمن لیڈی ہارون صاحبہ

# گروپ فوٹوز







خزانہ سکریٹری بیگم اظہار عباس



نائب صدر مسز کاظم



ساجدہ جعفر

۱۹۶۵ء جنگ کے زمانے کا بارگاہ میں گروپ فوٹو



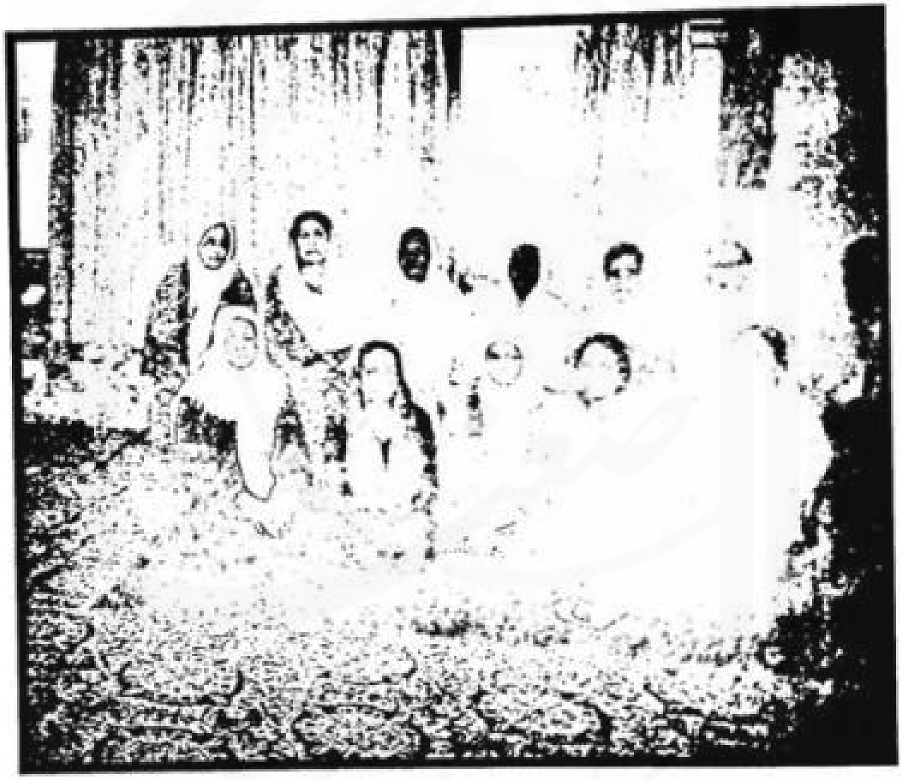


صدر انجمن محمود باقر موجودہ صدر دولت ہدایت اللہ نصرت بھٹو کے ساتھ









# پیغام

انجمنِ خواتین حسینی کو قائم ہوئے پچاس سال ہوگئے۔ یہ سب انجمن کے ممبروں کی محنتوں کا نتیجہ ہے جو شروع تو بہت کم وسائل سے ہوا جہاں جگہ کی قلت تھی اور ساتھ ہی وسائل کی مگر وقت کیساتھ ماشاللہ اب یہ اتنی بڑی امام بارگاہ ہوگئی جہاں اب محرم کے دوران خواتین کے بیٹھنے کے لئے جگہ کم محسوس ہوتی ہے۔ اس انجمن کے قائم اور کام کے لئے میری والدہ لیڈی نصرت ہارون نے بھی بہت دل و جان سے کام کیا۔ خود بھی بہت محنت کی اور انجمن کے ممبران کی بھی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی جسکا نتیجہ کامیابی اور انجام آج آپکے سامنے موجود خود منہ بولتا ثبوت ہے میری پروردگار سے دُعا ہے کہ آئندہ سالوں میں انجمن کی محنتیں کارگر ہوں اور یہ دن رات اور زیادہ ترقی کرے۔ انشاءاللہ۔

دعا گو

بیگم دولت ہدایت اللہ

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء

# پیغام

مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ "انجمن خواتین حسینی" اپنا پچاسواں یوم تاسیس منارہی ہے۔ اسلامی معاشرے کی نشونما میں خواتین کے کردار کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اگر ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں پر خلوص ہیں تو پھر خواتین کو ان کا بھرپور کردار ادا کرنے کا پورا پورا موقع فراہم کرنا ضروری ہے۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پچاس برس سے "انجمن خواتین حسینی" پورے معاشرے، خصوصیت کے ساتھ خواتین کی فلاح و بہبود اور ان میں اسلامی تشخص کو نمایاں کرنے میں بھرپور سعی کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو کامیاب اور شرف قبولیت بخشے (آمین)۔

کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی تقریباً ۹۸ فیصد طالبات ہیں، خواتین اسلامی کی خدمات سے معاشرے کو آگاہ کرنے کے لئے تحقیقی کام کر رہا ہے اور اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھما پر پی ایچ ڈی کی سطح پر کام ہو رہا ہے۔ جس سے یقیناً انجمن خواتین حسینی کو بھرپور راہ نمائی ملے گی۔
انجمن کی کامیابی کے لیے دعا گو۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید
ڈین شعبہ اسلامک اسٹڈیز
کراچی یونیورسٹی

# پیغام

ہم لوگ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان سے کراچی آئے وہ محرم کا مہینہ تھا میں اس امام بارگاہ میں مجلس میں آئی مجھے۔ یہاں کی مجلس اور انتظام اس قدر پسند آیا خاص کر یہاں ٹائم کی پابندی جو ہے وہ بہت اچھی بات ہے میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس امام بارگاہ کا پتہ چلا ہمارے رشتہ دار سب ہی اسی بارگاہ میں زیارتوں اور مجلسوں میں آتے ہیں۔ یہاں کی تنظیم و نظم و ضبط قابلِ تعریف ہے۔ یہاں کی انتظامیہ ظہیر باجی اور کئی معزز خواتین ہیں جنکا مجھے نام نہیں معلوم ہے سب ہی بہت خوش اخلاق ہیں مریم باجی اور سب ہی قابلِ تعریف ہیں میری دعا ہے کہ چہاردہ معصومین کے صدقے میں امام بارگاہ قائم و دائم رہے۔ انتظام کرنے والے اچھے رہیں۔ ماشاءاللہ اچھا مجمع ہوتا ہے مگر کوئی بدانتظامی نہیں ہوتی مولا مومنات کی تعداد میں اضافہ کریں۔ امام بارگاہ کو اور ترقی ہو۔ آمین

ہماری اور ہمارے سارے گھر والوں کی طرف سے امامباگاہ کی ۵۰ پچاسویں سالگرہ مبارک ہو۔ سارے اراکین کو ظہیر باجی کو مبارک ہو۔

دعاگو

مسز صادق علی مرزا

# پیغام

پرانی مثل ہے "نیکی کر دریا میں ڈال" تو کیا یہ کوئی مادی شے ہے جسے گھر سے اٹھا کر یا بازار سے خرید کر یا درخت سے توڑ کر انسان دریا میں ڈال کر مثال پر پورا اتر کر سرخرو ہو جائے۔ یہ تو انسان کا ذاتی عمل ہے جسکا کہنا آسان اور کرنا مشکل۔ مگر کچھ ایسا مشکل بھی نہیں!

نیکی کرنے کے مواقع ہمہ وقت ہمارے سامنے موجود رہتے ہیں کیونکہ نیکی کرنے کا کوئی ایک طریقہ کار تو مقرر ہے نہیں زردار سے زردار۔ غریب و نادار سے نادار ہر کوئی عمل صالح میں برابر حق ادا کر سکتا ہے۔ مثلاً راستہ چلتے اگر کوئی پتھر راہ میں حائل ہو کر راہ گیروں کے لئے باعث پریشانی ہے اسکا ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔ کسی پریشان حال کو دو حرف تسلی کے کہہ دینا بھی نیکی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ہزاروں لوگ ایسے ملیں گے جو واقعی آپکی محبت اور مدد کے مستحق ہیں۔

ہم بہت خوش نصیب ہیں کہ ہم کو انجمن خواتین حسینی کے طفیل لوگوں سے ملاقات کا موقع ملتا ہے اور اس طرح لوگوں کو حسب توفیق دامے درمے سخنے لوگوں کا کام آنے اور کوئی نہ کوئی نیک عمل کرنے کا موقع حاصل رہتا ہے مگر ہاں شرط وہی پرانی ہے "نیکی کر دریا میں ڈال" مطلب یہ بھلائی کرو مگر صلے کی تمنا کئے بغیر نیکی کرو خدا کے بندوں سے بھلائی عبادت سمجھ کر کرو۔

حسینہ قزلباش

# پیغام

مجھے سال تو یاد نہیں لیکن دن ایام عزا کے تھے جو مجھے پہلی مرتبہ یہاں مدعو کیا گیا۔ جو میں نے مجلس پڑھی اور دیکھا کہ مجمع پڑھا لکھا اور سمجھدار ہے تو دل خوش ہوا اب نے جس طرح میری پزیرائی کی اس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ اُس وقت سے لیکر آج تک اس امام باگاہ سے وابستگی ہے۔ امام بارگاہ میں جو تنظیم اور وقت کی پابندی ہے وہ قابل ستائش ہے اس نے مجھے بہت متاثر کیا۔

یہاں چودہ معصومین کی ولادت اور شہادت پر محافل و مجالس تواتر سے جاری رہنا ایک بڑا خوش آئند قدم ہے۔ اسطرح تعلیماتِ آل محمد کو فروغ دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

امام بارگاہ میں تنظیم قائم رکھنا اور وقت کی پابندی کرنا یہاں کی اراکین کی خاص خصوصیت ہے۔

انجمن کی سکریٹری محترمہ بیگم علی رضا کی رہنمائی میں یہاں کی خواتین اس انجمن کو چلا رہی ہیں لائق تحسین ہے۔ اس سال اس بارگاہ کی گولڈن جوبلی منائی جارہی ہے اس پر مسرت موقع پر میں تمام اراکینِ انجمن کو دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔

خدا اس امام بارگاہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ یہاں اسی طرح ذکر محمد و آل محمد جاری رہے اور مومنات مستفیض ہوتی رہیں۔ یوں اس بارگہ کے حوالے سے علم و حکمت کا فیض جاری رہے۔

قمر اعظمی

# پیغام اپنی بچیوں کے نام

میری عزیز بیٹیوں تم سے ہم سب اراکین انجمن کو بہت توقعات وابستہ ہیں ہم سب اب چل چلاؤ پر ہیں۔ بہت آگے گیئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔

آئندہ اس بارگاہ کو اسی نفاست اور منظم طریقے سے تم کو قائم رکھنا ہے۔ آؤ ہمارے سامنے ہی پابندی سے آنا شروع کرو اور کاموں میں حصہ لینا۔

اس طرح اس بارگاہ سے محبت بھی ہوگی اور آنے کی عادت بھی۔ بے شک تم کو آج کی دنیا میں مصروفیت بہت زیادہ ہے۔

مگر اس عملِ خیر کے لئے بھی وقت نکالا جاسکتا ہے۔ اس کو فرض سمجھو اور ہر معصوم کی ولادت اور شہادت کی محفل و مجلس میں شرکت کرو۔ تاکہ ہم مطمئن ہو کر سفر آخرت اختیار کریں۔ شاباش

سکریٹری ظہیر علی رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بارگاہ حسینی سے میرا تعلق

انجمن خواتین حسینی پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلا زنانہ امام بارہ ہے جو قائم ہوا۔اس کے قائم کرنے میں سب سے زیادہ جدوجہد بانی انجمن بیگم علی رضا، بہن کنیز شبیر، بہن زینب، بہن مصطفائی مرحومین نے کی۔ اسکی صدر لیڈی ہارون صاحبہ محمود باقر صاحبہ ہی رہیں۔ زمین حاصل کر کے امام باڑہ قائم کیا۔بعد میں منزلیں بنتی رہیں اسوقت تین منزلیں ہیں۔

اس امام باڑے میں محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت علی علیہ السلام جناب سیدہ علیہا السلام کی ولادت اور سب اماموں کی ولادت پر میلاد اور شہادت پر مجلسیں ہوتی ہیں۔ تبرک بھی تقسیم ہوتا ہے ہر کام پابندی وقت سے ہوتا ہے۔ صالحہ باقر صاحبہ بہن کلثوم زیدی بھی اسکی سکریٹری رہیں، مریم بہن اس امام باڑے کی خاص رکن اور منتظم ہیں۔ جو اس ضعیفی پر ہر کام بہت خوبی سے انجام دیتی ہیں۔ بیگم اظہار عباس صاحبہ خزانہ سکریٹری ہیں جو نہایت ایمانداری و دیانتداری سے اس کام کو انجام دے رہی ہیں۔

بہر حال جتنی خواتین نے پہلے سے کام کیا اور موجود ہیں اس کو انجام دیتی ہیں۔ مجھے اس امام باڑے سے خاص انسیت ہے میں اس ضعیفی میں بھی برابر شرکت کرتی ہوں۔ بیگم علی رضا صاحبہ اس امام باڑے کی روحِ رواں ہیں جو تندہی سے ہر کام انجام دیتی ہیں۔ شروع میں ۱۶ سال اور اب ۶ سال سے سکریٹری ہیں۔

حسینہ کرار قزلباش

قطعہ خورشید تاباں

## قطعہ

نبی وہ اپنا ہے انداز نرالا جس کا
مہر و ماہ دیکھنے آئے ہیں اجالا جس کا
اس کی کیا بات جو اللہ کا محبوب ہوا
نور سے اپنے سراپا بھی دوبالا جس کا

## قطعہ

وہ کس کو جن و ملک سب سلام کہتے ہیں
وہ مرد حق جسے سب ہی امام کہتے ہیں
وہ آج تیسری شعبان کو ہوا پیدا
جسے حسین علیہ السلام کہتے ہیں

نجم آفندی مرحوم

## اسلام رہیگا

ہر عالم نو میں کرم عام رہیگا
ہر دکھ میں دوائے دل ناکام رہیگا
دنیائے دگر کے لئے پیغام رہیگا
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

مانا کہ زمانے کا رہے گا نہ یہ عالم
ترتیب تمدن کی نہ ہوجائیگی برہم
پھر اور کسی رنگ میں ہوگا تیرا ماتم
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

سو بار بدل جائیں زمانے کی فضائیں
پورب سے چلیں گی یوں ہی پچھم کی ہوائیں
دھرائیگی لوٹے ہوئے خیموں کی صدائیں
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

آنکھوں سے اگر خون کی ندی نہ بہے گی
دل روئینگے یوں روح وفا کرب سہے گی
تو عین محبت ہے محبت تو رہے گی
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

دیکھا جو نگاہوں کی خموشی کا قرینہ
تاریخ کے اوراق کا پھٹ جایئگا سینہ
سو طرح رلائے گا محرم کا مہینہ
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

انسان کرینگے جو ترے حق میں تکلم
ماتم کی صداں دیگا پرندوں کا ترنم
آہوں سے بدل جایئگا غنچوں کا تبسم
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

پانی کی جگہ عرش سے برسینگے شرارے
تڑپیں گے مہ مہر فلک درد کے مارے
پرسا تیرا دینگے تیرے نانا کو ستارے
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

اغلب ہے کہ تربت میں تڑپ جائیگی مادر
کرار کے مدفن میں بدل جائینگے تیور
پھر قبر سے شاید نکل آئینگے پیمبر
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

اٹھ جائیگی ماتم کی اگر رسم زمیں سے
ہوگی نہ کمی غم کی حقیقت میں کہیں سے
چھوٹے گا خونِ مادر گیتی کی جبیں سے
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا
شبیر بہر حال تیرا نام رہیگا

عامرہ رضا

# بموقع گولڈن جوبلی انجمنِ خواتینِ حسینی

## پی۔ای۔سی ایچ۔ایس۔کراچی نومبر ۱۹۹۹ء

یہ خواتینِ حسینی جو بہت شاد ہیں آج
ان کو اللہ نے بخشی بڑی معراج ہے آج

نصف صدی عمر ہوئی انجمن آرائی کو
جشن ہے عید ہے شکرانہ کا موقع ہے آج

سب ہیں خوش سالہا سال کی محنت کے بعد
پھلا پھولا جواں سال ہوا مرکز یہ آج

مانندِ اولاد اسے ای ہمیشہ سمجھیں
دیکھ کر شاد ہیں پروان چڑھا اسکو آج

لگن و ہمت و محنت و یقینِ کامل
انہی اجزا کا صلہ ہے یہ مبارک دن آج

ایسے سب لوگ جنھیں خواب یہ لایعنی لگا
دیکھتے ہیں کہ حقیقت میں ہے بدلا یہ آج

ہیں بہت لوگ کہ سینچا ہے جنھوں نے اسکو
اپنی محنت سے محبت سے ہمیشہ تا آج

اسکی بانی۔ اسکی عاشق اسکی سرکردہ ظہیر
دل سے کوشاں ہیں بڑھے اور پھلے اور چھوئے عرش کو آج
مصطفائی۔ کنیز شبیر ۔ مسز ظہیر اور زینب
محمودہ باقر۔ صالحہ باقر۔ چندن و بیگم عباس
کلثوم زیدی و مریم و ساجدہ و انجم و کبریٰ
نسرین و گوہر و فہیدہ و نگہت عباس
طاہرہ۔ خیر النساء کلثوم اور مسز حیدر
ہے یہ ممکن نہیں سب نام لئے جائیں آج
ان میں کچھ ایسی ہیں جو ہم میں نہیں اب موجود
ہے یہ امید کہ اللہ کی رحمت سے وہ سب ہیں سیراب
جن کی دولت نے ہمیشہ اسے رکھا افزوں
یعنی نصرت ہارون۔ سکھر بائی۔ جیٹھا بھائی و رباب
ختم انہی پہ یہ فہرست نہیں ہے لیکن
جو دے چکے ہیں جو دے رہے ہیں وہ ہیں لا تعداد
دیجئے دل کھول کے اسکو کہ خدا آپ سے خوش ہو
دینے والا تو خدا ہے مگر ہوں آپ کے ہاتھ
وہ کہ جو رونق منبر رہیں اور ہیں آج
ان کو اللہ عنایت کرے بے پایاں ثواب

محمودہ باقر۔ مبارک بانو۔ مسز گوہر و ظہیر
شمیم رضوی۔ شہر بانو۔ شائستہ زیدی سب عزت مآب
مہرین و قمر مبارک و ڈاکٹر انجم حسن
رضیہ محتشم ودیگر خواتین جو ہیں اکثر نایاب
مرثیہ و نوحہ و میلاد کی پڑھنے والی
تھیں بہت پہلے بھی اور وہ جو ہیں پررونق آج
انجم و طلعت و پنجتن و نکہت و بیگم زاہد
زینب و انجم و نصرت بیگم ظفر حسین صاحب
سب سے آخر میں مگر سب سے زیادہ بڑھ کر
مدد پنجتن و شہدائے کربلا و اماموں پاک
الغرض سب کی مسلسل محنت کا نتیجہ ہے یہ
تہہ دل سے میری سب کو مبارکباد ہے آج

تا ابد زندہ سلامت اسے اللہ رکھے
انجمنِ خواتینِ حسینی زندہ و پائندہ باد

فضہ خورشید تاباںؔ

# پچاس سالہ جشن انجمن خواتین حسینی

"فضہ خورشید تاباںؔ"

خوشی کے لمحے بھی یارب تیری رحمت سے آتے ہیں
جنھیں توفیق ہوتی ہے وہ ان سے فیض پاتے ہیں
کبھی گزرے زمانے کی جو باتیں یاد آتی ہیں
کبھی رنجیدہ ہوتے ہیں کبھی ہم مسکراتے ہیں
سے باد مخالف کے وہ جھلساتے ہوئے جھونکے
جنھیں خود یاد کرکے ورطۂ حیرت میں جاتے ہیں
کٹھن راہوں سے گذرے ننھے بچے بھی شوہر بھی
مگر رحمت خدا کی ہو تو سب رشتے نبھاتے ہیں
سنی ہے آج پھر ہلکی سی ایک آہٹ زمانے نے
چٹکتے ہیں کہیں غنچے کہیں گل کھلکھلاتے ہیں
خدا کا شکر ہے "آدھی صدی" ہم سب گذار آئے
اب اہل انجمن ایک جشن کی محفل سجاتے ہیں
صلائے عام ہے ہر نکتہ داں کے واسطے لیکن
چلو تاباںؔ تمہیں بھی جشن کا منظر دکھاتے ہیں

فضہ خورشید تاباںؔ

## قطعہ

یارب یہ "انجمن خواتین حسینی"
کرنے پہ جو آجائے تو کرجائے بڑے کار

"باجی ظہیر" گرچہ ہیں کمزور بظاہر
جب کرکے اٹھیں عزم تو کردیں قلعہ مسمار

آجائے اگر راہ گذر میں کوئی مشکل
بن جاتی ہیں یہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار

تاباںؔ کبھی نزدیک رہی اور کبھی دور
لیکن رہی ماحول سے اپنے خبردار

بیگم زہرہ امتیاز

# ایک مومنہ کا انجمن پر تبصرہ

ہماری زندگی ذکر امام مظلوم سے وابستہ ہے پاکستان بننے کے بعد جب شیعہ مہاجرین کراچی آئے تو مجالس کے لئے امام بارگاہوں کی ضرورت ہوئی۔ جٹ لینڈ لائن میں ایک بیرک میں امام بارگاہ بنائی گئی اور مجالس کا سلسلہ شروع ہوا اسوقت عورتوں کی انجمن بنی جس میں قابل الذکر ہستیاں جنہوں نے انجمن کی ابتداء کی بیگم ظہیر علی رضا صاحبہ' صالحہ باقر حسین صاحبہ اور بیگم اظہار عباس صاحبہ (چندن) اور دیگر مومنات تھیں۔ محمود باقر صاحبہ مرحومہ سر پرست اعلیٰ تھیں۔ مردانی انجمن کو سوسائٹی میں جو زمین مسجد اور امام بارگاہ کے لئے مختص کی گئی اسپر دوسروں نے قبضہ کر لیا جو بعد میں پارک بن گیا۔

محمود باقر صاحبہ چونکہ اعلیٰ پائے کی ذاکرہ تھیں ان کی انتھک کوششوں سے موجودہ امام بارگاہ کی زمیں انہیں کے نام پر خریدی گئی اور اسطرح امام بارگاہ وجود میں آئی۔ انجمن مجالس میلاد اور عشرہ محرم بڑی حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتی جسکا سلسلہ آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم ہی رہیگا۔ آمین۔

یہاں پر بہت اچھے جلسے اور میلاد وغیرہ ہوتے رہے جس میں انجمن کی کاوشوں سے بڑی بڑی ہستیاں آتی رہیں ایک نمایاں بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ یہاں پروگرام وقت کی پابندی کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے ہوتے ہیں۔ انجمن میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں لیکن اوائل سے لیکر آج تک بیگم اظہار عباس صاحبہ انجمن کی خزانچی ہیں جو آج تک تبدیل نہیں ہو سکیں انکی دیانتداری اور بااصول ہونے کا یہ ثبوت ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور انجمن کا کاموں کے لئے مزید توفیق عطا فرمائے۔ اس بارگاہ کو سنبھالنے میں کچھ ہستیاں ایسی ہیں جن کا ذکر ضروری ہے مریم باجی اور باقر میاں نے امام بارگاہ کی بہت خدمت کی ہے جو سب کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے اور امامبارگاہ کو قائم ودائم رکھے آمین۔

بیگم اظہار عباس

# انجمنِ خواتینِ حسینی کے پچاس سال

میں کبھی کبھی جٹ لینڈ لائن کے امام باڑے میں اپنی بہن صالحہ باقر کے ساتھ مجلس میں جایا کرتی تھی۔ کم جانے کی وجہ یہ تھی کہ میں سول ڈیفنس ٹریننگ اسکول میں انسٹرکٹر تھی ہر وقت پہنچنا مشکل تھا۔ ایک دن صالحہ باقر نے مجھے آکر بتایا کہ بیگم علی رضا (بانی انجمن خواتین حسینی) اور دوسرے ممبران نے مجھے انجمن کا خزانچی بنایا ہے۔ میں نے اس عزت افزائی کو قبول تو کرلیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ بروقت پہنچنا مشکل ہوگا۔ جواب ملا حاضری اتنی ضروری نہیں جتنا حساب کتاب رکھنا ہے۔ قبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاید چھوٹی سی ذمہ دارانہ خدمت نجات کا راستہ بنادے۔ اس وقت سے انجمن کا حساب میرے ذمہ ہے۔

جب یہ انجمن پی۔ سی۔ ایچ۔ ایس منتقل ہوئی تو کوئی جگہ نہ تھی مردانی انجمن کو جو پلاٹ ملا تھا اسی پر ان کی اجازت سے میلاد، مجالس منعقد ہونے لگیں۔ سارے پروگرام شامیانہ لگا کر کرنے پڑتے۔ کئی دفعہ تو ایسا ہوا کہ زوردار بارش ہورہی تھی اور مجلس یا میلاد بھی۔ بارش سے پروگرام بند نہیں کیا۔ دقتیں بہت تھیں۔ مردانی انجمن سے درخواست کی گئی کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ہم اسپر عمارت بنانے کی کوشش کریں۔ آپ بھی اسکو استعمال کریں اور ہماری انجمن بھی لیکن جواب نفی میں ملا۔ ممبران کی اتفاقِ رائے سے ایک پلاٹ کی خریداری کی کوشش شروع ہوئی مسئلہ تھا سرمائے کا۔ سوسائٹی اتنی آباد نہ تھی اور نہ یہ معلوم تھا کہ مومنین کہاں رہتے ہیں۔ تمام ممبران نے اپنے اپنے علاقے سے چندہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پورا بھی کیا۔ سوسائٹی میں بیگم علی رضا اور میں جب بھی وقت ملتا رکشہ لیتے اور مومنین کو تلاش کرتے انھیں ممبر بناتے (اس زمانے میں عام سواری رکشہ تھی) اس طرح جب کچھ رقم جمع ہوگئی تو عمارت بنانے کا سوچا۔ سب سے بڑا تعاون بیگم محمد علی حبیب یعنی سکھرائی، لیڈی ہارون صاحبہ بیگم داؤد ناصر صاحبہ کا تھا۔

ہوئی۔

پلاٹ نمبر 115-G پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس میں خرید اگیا عمارت بنناشروع ہوئی اور بہت جلد مکمل بھی ہوئی۔
اس زمانے میں محمود باقر صدر اور بیگم علی رضا سکریٹری تھیں۔ علی رضا صاحب کا تبادلہ اسلام آباد ہوا اس لئے بیگم علی رضا صاحبہ کو بھی کچھ عرصے کے لئے جانا پڑا۔ صالحہ باقر کو سکریٹری بنایا گیا ان کے زمانے میں اوپر کا ہال تعمیر ہوا۔ تعاون مومنات کا تھا کچھ پریشانیاں بھی اٹھانی پڑیں۔ عمارت کو انجمن کے نام منتقل کرنے میں مقدمہ کرنا پڑا۔ اللہ نے ہماری مدد کی وہ مرحلہ بھی طے ہوا اور عمارت انجمن کے نام منتقل ہو گئی۔ جس کا نام "بارگاہ حسینی" رکھا گیا اور انجمن تو وہی "انجمن خواتین حسینی" ہے جو جٹ لینڈ لائن میں بنائی گئی تھی۔ اکثر وہ ممبران جنھوں نے اس بارگاہ کے لئے کوشش کی اب ہم میں نہیں ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ محمود باقر' لیڈی ہارون' رباب اعزاز حسین' کلثوم زیدی' کنیز شبیر' کنیز زینب' کنیز زہرا' خورشید بیگم اور بیگم ظہیر حسین اللہ تعالی سب کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اس بارگاہ کی خدمت کرنے والا بھی جن کا نام باقر حسین تھا۔ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ کئی سال ہو گئے مگر نعم البدل نہیں مل سکا۔

آج کل جو اس بارگاہ میں خدمت انجام دے رہی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ دولت ہدایت اللہ صدر' مسز کاظم نائب صدر' بیگم علی رضا سکریٹری' نسرین رضا جوائٹ سکریٹری اور بیگم اظہار عباس خزانچی۔

کمیٹی کے ممبران بیگم ڈاکٹر مرزا' ساجدہ جعفر سلطان' خیر النساء بیگم' کبریٰ بیگم' فہمیدہ لئیق' گوہر منصور' پروین زیدی' مسز حیدر' فقہ خورشید' صفیہ قزلباش' کلثوم ذوالفقار' ممتاز صاحبہ' مسز شاکر' گل رخ' ناہید حسین اور بیگم عباس علی جعفری۔

مندرجہ بالا خدمت گاروں کی وجہ سے اس بارگاہ کی ہر مجلس اور محفل اپنے نظم وضبط کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ مجالس ومحافل حصول ثواب کا ذریعہ ہے اور ایک دوسرے سے متعارف ہونے کا بہترین وسیلہ بھی جو یہاں موجود ہے۔

اس انجمن کی آمدنی کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے مومنین کے چندے سے چل رہی ہے۔ ان کا اصرار بھی ہوتا ہے کہ تبرک ضرور تقسیم کیا جائے۔ کچھ یہیں سے پس انداز کیا جاتا ہے جس سے انجمن کے دوسرے اخراجات پورے کئے

جاتے ہیں کچھ عرصہ تک ذاکری کے لئے مبارک بانو صاحبہ کو پنڈی سے بلایا جاتا تھا۔ جو آخری عشرے کی پانچ مجالس پڑھتی تھیں ان کا قیام رباب اعزاز حسین کے گھر ہوتا تھا۔ ایک دن ذاکرہ کے اعزاز میں عشائیہ دیا جاتا تھا جس میں اراکین انجمن کے علاوہ دوسرے مہمان بھی شرکت کرتے تھے۔ اس انجمن نے صرف میلاد و مجالس نہیں کئے بلکہ دوسرے رفاہ عام کے کام کو بھی ضروری سمجھا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | دینی مدرسہ کا قیام۔ | ۲۔ | ۱۹۶۵ء کی جنگ کے لئے کام۔ |
| ۳۔ | سول ڈیفنس کی ٹریننگ۔ | ۴۔ | احتجاجی جلسہ۔ |
| ۵۔ | ایران کی مدد | ۶۔ | رمضان شریف میں غریبوں کی امداد۔ |
| ۷۔ | لائبریری کا قیام۔ | ۸۔ | غریب طلباء کے اسکول کے اخراجات |
| ۹۔ | بیوہ کی تنخواہ | ۱۰۔ | بزم آمنہ کی میٹنگ |

**دینی مدرسے کا قیام :** دینی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ بیگم منظور مرحومہ قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم دیتی رہیں۔ اس دینی خدمت کا وہ کچھ معاوضہ بھی نہ لیتیں۔ ان کے جانے کے بعد تنخواہ پر ایک استانی کو رکھا گیا جو یہ خدمت انجام دیتی ہیں۔ قرب و جوار کے سارے بچوں نے یہیں سے تعلیم حاصل کی۔

**۱۹۶۵ء کی جنگ :** جیسے ہی بارگاہ کی اوپر کی عمارت بنی جنگ شروع ہو گئی۔ اس انجمن نے اپوا کے ساتھ تعاون کیا۔ ہر طرح کا سامان اکٹھا کیا گیا۔ زیادہ تر لحاف و کمبل جمع کئے گئے۔ اس کے علاوہ برتن اور پہننے کے کپڑے بھی جمع ہوئے۔ سب سامان اپوا کے ہیڈ کوارٹر پہنچایا گیا۔

**سول ڈیفنس کی ٹریننگ :** جیسے ہی جنگ شروع ہوئی سول ڈیفنس کی ٹریننگ کا انتظام کیا گیا جس میں فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ بھی شامل تھی لیکچر مسز اظہار عباس دیتیں۔ محلے کی ساری لڑکیاں جمع ہوتیں اور ٹریننگ حاصل کرتیں۔ سرٹیفکیٹ ٹریننگ اسکول سے دیا جاتا اسی طرح ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی کیا گیا۔

**احتجاجی جلسہ** :جب عراق میں علمائے دین پر بے جا ظلم و تشدد ہوا اور خبریں یہاں آئیں تو انجمن نے طے کیا کہ اس کے خلاف ایک احتجاجی جلسہ کیا جائے۔ اخبارات میں جلسے کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان شائع کروایا گیا جس پر انجمن نے خاصی رقم صرف کی۔ جلسے کی مکمل کارروائی بیگم دولت ہدایت اللہ کو بھیجی گئی۔ انھوں نے مختلف اخبارات میں شائع کروائی۔

**ایران کی مدد** :ایران پر ۱۹۹۰ء میں مشکل وقت آیا تو انجمن نے ایک لاکھ بیس ہزار کا چیک ایران کلچر سینٹر میں جمع کروادیا۔

**بیوہ کی تنخواہ** :شروع میں انجمن کی آمدنی بالکل محدود تھی کئی سال تک ایک بیوہ کی مدد کی گئی۔

**رمضان میں مستحقوں کی مدد** :رمضان میں چودھری عابد حسین صاحب کی بہن خیر النساء جو اس انجمن کی رکن ہیں نئے کپڑوں کا انتظام کرتیں اور تقسیم کیے جاتے۔

**لائبریری کا قیام** :علم سب سے بڑی دولت ہے اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ پیغمبر اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے علم چاہے دینی ہو یا دنیاوی۔ کیونکہ اس انجمن کی بنیاد دین پر ہے اس لئے دینی کتابیں بھی ضروری ہیں۔ ایک دینی کتابوں کی لائبریری قائم کی گئی ہے۔ انچارج مسز کاظم ہیں جو اس انجمن کی نائب صدر ہیں۔

**تعلیمی فنڈ** :تعلیمی فنڈ قائم کیا گیا ہے جس سے تقریباً ۳۰ بچوں کو فیس اور دوسرے تعلیمی اخراجات پورے کئے جاتے ہیں ۔اس کی ذمہ داری بھی مسز کاظم کے ذمے ہے۔

**بزم آمنہ** :جب بزم آمنہ قائم ہوئی جس کی صدر بیگم علی رضا اور سکریٹری شائستہ زیدہ ہیں تو اس انجمن نے تھوڑی سی رقم ان کی خدمت میں پیش کی کہ کام شروع ہو۔ ابھی بزم آمنہ کے پاس کوئی جگہ نہیں ہے اس لئے انجمن نے انھیں میٹنگ کرنے کی اجازت دی ہے ہر مہینے ان کی میٹنگ ہوتی ہے ضرورت مند خواتین کی مدد کی جاتی ہے۔

اس انجمن کا ٹرسٹ بن چکا ہے تمام فلاحی کام ٹرسٹ کے سپرد ہیں باقاعدہ پورے سال کا آمدنی و خرچ کا حساب رکھا جاتا ہے۔ انجمن کا بینک اکاونٹ ہے۔

اراکین انجمن کی یہ خواہش بھی ہے اور کوشش بھی کہ اس انجمن کو ترقی دی جائے اور بہنوں کو شریک کیا جائے پچاس سال میں اراکین انجمن نے بہت کوشش کی اور خوبی سے انجمن کو چلایا۔ اب ان آنے والے اراکین کی ذمہ داری ہے کہ اس انجمن اور ادارے کو ترقی دیں اور ایسے کام کریں جن سے آنے والی نسلوں کو فائدہ پہنچے۔

انجم زیدی

# ۵۰ سالا یادگار انجمنِ خواتین حسینی

یہ سن ۱۹۶۹ء کی بات ہے جب بیگم ظہیر علی رضا صاحبہ نے مجھے اس امام بارگاہ میں متعارف کرلیا اور مجھے سوز خوانی کی دعوت دی۔ ظہیر باجی سے میرے تعلقات دہلی سے ہیں اور پاکستان آنے کے بعد میں ان کے گھر پر سوز خوانی کیا کرتی تھی جب انھوں نے مجھے اس امام بارگاہ سے متعارف کرلیا تو اس وقت انجمن خواتین حسینی اپنے ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی اس کے بعد میں نے ایک سوز خواں کی حیثیت سے اس انجمن میں رہ کر اس کو پھلتا پھولتا اور ایک تناور سایہ دار درخت بنتے دیکھا۔ جس کی چھاؤں تلے امامِ مظلوم کے چاہنے والے آکر بیٹھتے ہیں اور ذکر امام حسین سے زمانے کی کڑی دھوپ میں قلب کی ٹھنڈک حاصل کرتے ہیں۔

کسی بھی انجمن کو اتنے بڑے پیمانے پر رواں دواں رکھنا یقیناً بڑا کٹھن کام ہے لیکن ظہیر باجی نے اس انجمن کی بانی کی حیثیت سے یہ کام بہت خوش اسلوبی سے انجام دیا اس کے علاوہ یہ انجمن جن اراکین اور کارکنوں پر مشتمل ہے اس میں سے اگر ایک کے دل میں اقبال کا عزم ہے تو دوسروں کے پاس سرسید کا جذبہ اور لگن۔ تفرقہ بازی سے پاک مولا کی خدمت کا یہی جذبہ دل میں لئے تمام خواتین سبقت کی خواہاں رہتی ہیں جن میں چندن باجی اور مریم باجی کی مسلسل خدمات قابلِ ذکر ہیں مولا کے کرم کے علاوہ یہی وہ سب سے بڑی وجہ ہے جس نے امام بارگاہ کی شان و شوکت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

ایک اور خوبی جو اس امام بارگاہ میں قدم رکھتے ہی محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں صفائی اور آرائش کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور یہاں کی نوک پلک کچھ اس طرح سنواری گئی ہے جس سے ہر طرف امام بارگاہ کا تقدس جھلکتا نظر آتا ہے گویا یہاں کی انتظامیہ بھی بہترین ثابت ہوئی ہے۔ اور اپنے اعزاز کو برقرار رکھنے میں بھی کامیاب ہے۔

اس کے علاوہ وہ خاص عنصر جس کی وجہ سے لوگ مولا کا غم منانے اسی بارگاہ کی طرف مقناطیس کی طرح کھینچے

چلے آتے ہیں وہ ہے یہاں کے ذاکرین کا انتخاب۔ ابتدا سے یہاں ذکر امام کے لئے بہترین سے بہترین ذاکرات کا انتخاب کیا گیا۔ اللہ نے اس معاملے میں ظہیر باجی کو کمال کی نظر بخشی ہے۔ وہ اپنی اس نظر انتخاب سے ایک سے ایک گوہر نایاب تلاش کر کے مجلسوں کی رونق دوبالا کر دیتی ہیں ان ذاکرت میں محترمہ محمود باقر صاحبہ جو پہلی صدر انجمن بھی تھیں، محترمہ مبارک بانو صاحبہ' محترمہ شمیم رضوی صاحبہ اور محترمہ شہر بانو صاحبہ جیسے نام شامل ہیں۔

مختصر یہ کہ شروع سے اب تک انجمن خواتین حسینی نے جو بھی کاوشیں کی تھیں مولا نے انھیں رائیگا نہیں جانے دیا اور آج ہم سب کو یہ دن دکھایا کہ ہم اس انجمن اور امام بارگاہ کے پچاس سال مکمل ہونے پر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالائیں۔

ہم سب کی یہی دعا ہے کہ پروردگار عالم اس امام بارگاہ کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور انجمن خواتین حسینی کو امام زمانہ کے سائے میں سلامت رکھے اور ان کے دلوں میں امام کی خدمت کا جذبہ یوں ہی روشن رکھے اور ہمیں توفیق دے کہ تاقیامت ہم سب مل کر مولا کا غم اسی زور و شور سے مناتے رہیں۔ آمین

کنیز زینب عابد نگیں

# حُسنِ اتفاق

ایک عرصے سے کراچی اپنا مسکن ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گا اللہ اس شہر کو قائم ودائم رکھے (آمین) مگر گھریلو ذمہ داریوں' بچوں کی پرورش اور طویل فاصلوں کی وجہ سے محافل ومجالس کے لئے قریب کے امام بارگاہوں تک ہی رسائی تھی جن میں رضویہ کی امام بارگاہ' انچولی کی امام بارگاہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں کی مجالس و محافل میں شرکت کرکے بے حد خوشی ہوتی تھی کہ یہاں بھی اپنے اعزاء اور بہت سارے جاننے والے مل جاتے تھے مگر ایک تشنگی سی رہتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک عزیزہ کی مجلس میں سوسائٹی کی امام بارگاہ حسینی میں جانے کا موقع ملا۔ اس امام بارگاہ کے بارے میں معلوم تو تھا مگر شرکت کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اب چونکہ بچے بڑے ہوگئے تھے اور فاصلے اتنے دشوار نہیں لگتے تھے اس لئے یہاں آنا اور مجلس میں شرکت کرنا ممکن ہوا۔

مجلس میں میرے ہمراہ میری چھوٹی بہن بھی تھیں ہم لوگ جب امام بارگاہ میں پہنچے اور ہال میں داخل ہوئے تو سامنے منبر پر مشہور ذاکرہ مبارک بانو صاحبہ کو تقریر کرتے دیکھا دل خوشی سے کھل اٹھا مجھے تو ان کی ذاکری سُنے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا اور ان کی ذاکری ذہن پر ایسا نقش کرچکی تھی کہ سچی بات یہ ہے کراچی میں اگرچہ کہ ہر ذاکرہ بڑے خلوص سے پڑھتی ہیں مگر مبارک بانو کا رنگ کسی میں نظر نہیں آتا تھا اور بس یہی تشنگی کراچی میں ایام عزا میں شدت سے محسوس ہوتی تھی۔

مجلس کے دوران ہی مبارک بانو صاحبہ نے (جنہیں ہم لوگ آنٹی بھی کہتے ہیں) ہم لوگوں کو بھی دیکھ لیا۔ مجلس ختم ہوتے ہی ہم لوگ ان کے پاس پہنچے سلام کیا انہوں نے انتہائی گرمجوشی سے گلے لگایا خیریت پوچھی اپنی بھرپور محبت کا اظہار کیا اور کہا "شید اصاحب نے اپنی بیٹی کو کراچی میں کیوں بیاہ دیا اگر وہیں پنڈی میں رہتی تو کتنا اچھا ہوتا"۔

اس کے بعد انہوں نے وہاں پہ موجود انجمن کی سکریٹری بیگم علی رضا صاحبہ اور دوسرے اعلیٰ کارکنوں سے ہم لوگوں کا تعارف کروایا کہ یہ بڑے قابل باپ دادا کی بیٹیاں ہیں انکے والد رشید احمد صاحب کی بہت زیادہ خدمات ہیں ان کی امی بھی بڑی اچھی ذاکرہ،بڑی مومنہ تھیں وغیرہ وغیرہ۔

اس حسنِ اتفاق پر میں آج بھی حیران ہوں کہ ایک امام بارگاہ میں جہاں اجنبیت کا ماحول تھا مولا کے صدقے میں اتنی اچھی طرح تعارف ہو گیا۔ محترمہ مبارک بانو صاحبہ وہاں ہر سال چند مجالس پڑھنے ایام عزا کے آخری عشرے میں آیا کرتی تھیں اور جس سال ہم لوگوں سے ملاقات ہوئی اس کے بعد وہ یہاں نہیں آئیں۔ یہ ہم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ ان کے ذریعہ ہم لوگوں کا تعارف ہونا تھا اس لئے ملاقات ہو گئی۔ اس تعارف کے بعد سے امام بارگاہ حسینی میں میرے لئے کوئی اجنبیت نہ رہی بیگم علی رضا صاحبہ اور تمام دیگر اراکین اسقدر پیار اور محبت سے میرے ساتھ پیش آئے ہیں کہ مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنے بہت ہی چاہنے والوں کے درمیان ہوں یہاں آکر مجھے یہاں کی محافل و مجالس میں شرکت کر کے بے حد سکون ملتا ہے اور میری وہ تشنگی بجھ جاتی ہے جو کہ میں راولپنڈی کی مجلس اور ان کی اعلیٰ پائے کی ذاکری کو یاد کر کے محسوس کرتی تھی۔

اور اب میں اس انجمن کی باقاعدہ ممبر ہوں اور میری کوشش ہوتی ہے کہ یہاں میری بھرپور شرکت ہو اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ یہ تنظیم ہمیشہ قائم رہے 'اس کا کارواں ہمیشہ رواں دواں رہے اس کی تابناکیوں میں اضافہ ہوتا رہے اور بیگم علی رضا صاحبہ کا سایہ ہم سب کے سروں پر قائم رہے تاکہ ان کی ذات سے اسی طرح روشنی لیتے رہیں کہ منزل تک پہنچنا آسان ہو جائے۔

مسز کاظم

# انجمنِ خواتینِ حسینی پر تبصرہ

انجمن خواتین حسینی کے قیام کی پچاس سالہ گولڈن جوبلی کے موقع پر اپنے احساسات کے اظہار کی دعوت پر کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہی ہوں۔

انجمن خواتین حسینی کی ورکنگ کمیٹی کی نائب صدر کی حیثیت سے یہ بات میرے لئے باعث مسرت و افتخار ہے کہ اس عظیم اور یادگار موقع پر مجھے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع ملا۔ جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ انجمن خواتینِ حسینی کے قیام کا مقصد بارگاہِ رب العزت میں اس کے پیارے نبیؐ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آلِ پاک پنجتن پاک اور ائمہ طاہرین کے ذکر کا قائم کرنا اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کو قائم و جاری رکھنا ہے۔ جیسے کہ ائمہ طاہرین کا ارشاد ہے کہ ہمارا ذکر کرو۔ ہمارے علم سے لوگوں کو روشناس کراؤ۔ اور قرآن پاک میں ارشاد ہو رہا ہے فَاذْکُرُوْنِی اَذْکُرْکُم ۔ ترجمہ پس تم میری یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔ بس اسی جذبۂ محبتِ اہلبیت علیہم السلام کی بدولت یہ انجمن ایسے وقت میں قائم ہوئی جب پاکستان بناہی تھا کہ ہر شخص اپنی بقاء کی جدوجہد کر رہا تھا۔ حالات نہایت دگرگوں تھے۔ ایسے مشکل وقت میں اس انجمن کا قائم ہونا قابلِ تعریف کارنامہ ہے اس انجمن کے لئے پُر خلوص محبتِ اہلبیت سے سرشار معزز خواتین کا ایک گروپ بنا جو خواتین کبھی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں تھیں۔ انھوں نے اپنی گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اس انجمن کے قیام کے لئے بہت جدوجہد کی اور اس کی تعمیر و ترقی کے لئے فنڈ جمع کئے اور اپنی ایمانداری اور خلوصِ عمل سے ثابت کر دیا کہ اگر جذبہ سچا ہو تو جذبہ ایمانی کو کام میں لا کر بڑے سے بڑا کام انجام پاسکتا ہے اور کسی کی نکتہ چینی اور بہتان تراشی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو مسلسل آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ خواتین نے اپنی سعی مسلسل سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ جیسا کہ آپکو معلوم ہے کوئی کام بھی اتنا آسان نہیں ہے جتنا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے لئے

سخت محنت اور لگن شرط ہے۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

اس انجمن میں ذکر حسین، ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر علی علیہ السلام وذکر ائمہ طاہرین کی ولادت با سعادت کی محافل وذکر شہادت کی مجالس کے علاوہ دیگر سماجی ترقی کے لئے کام بھی کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غریب بچوں کیلئے تعلیمی وظیفے دینا۔ یا کسی غریب خاندان کی مدد کرنا شامل ہے اس کے علاوہ اس انجمن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی جتنی ممبران ہیں وہ سب کے سب بے حد ایماندار، پُر خلوص اور سچی لگن رکھنے والی مومنات ہیں۔ جس کی وجہ سے انجمن کے کام میں کبھی رکاوٹ نہیں پڑتی دوسرے اس انجمن میں جو بھی مہمان آتا ہے اس میں کوئی تفریق نہیں برتی جاتی، کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں ہوتی سب کا احترام کیا جاتا ہے تیسرے وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ جس وقت کا اعلان ہوتا ہے عین اسی وقت پر مجالس یا میلاد شروع ہو جاتا ہے۔ چوتھے مہمانوں کے آرام کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ روشنی اور ہوا کا بہترین انتظام ہے۔ صفائی کا بہت خیال رکھا جاتا ہے پینے کے پانی کا بہت اچھا انتظام ہے۔ ہر بات میں تنظیم کا ہونا بہت ضروری ہے جس کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے ذاکرات کے ساتھ بہت محبت اور عزت کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے۔

میں ہر اس مومن خاتون کے لئے دعا گو ہوں جس نے اس انجمن کے قیام میں بے حد کام کیا وہ مرحومین ذاکرات اور ممبران انجمن جن کے نام مضمون کی طوالت کے سبب نہیں لئے خدا انہیں ان کے کام اور محبت اہلبیت کے صلہ میں جنتِ فردوس میں جگہ دے اور جزاء خیر دے۔ آمین۔ لیکن میں صرف دو معزز خواتین جو قیام انجمن سے اس مبارک موقع تک اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں ایک ہماری بزرگ خاتون مریم باجی کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی انجمن میں گزرا اور اسی کی بھلائی اور بہترین کام میں گزرا ان کی مسلسل محنت شفقت اخلاق اور محبت سے

مہمانوں میں اضافہ ہوا اور دوسرے ظہیر باجی جنہوں نے اپنی محنت اور انتظامی صلاحیتوں سے اس انجمن کو چار چاند لگا دیئے اور اب بھی مسلسل محنت اور لگن سے مصروف عمل ہیں خدا ان کو صحت اور مزید ہمت عطا فرمائے۔ اور خدا ان دونوں کا سایہ انجمن پر زیادہ دیر تک قائم رکھے۔ ان کے علاوہ باقی سب موجود معتزز ارکان انجمن کو بھی خدا صحت، طاقت اور جذبہِ ایمانی عطا کرے اور جزائے خیر دے تاکہ محبت اہلبیت سے سرشار ہو کر اس انجمن کی خدمت کر سکیں اور آنے والی نسلوں کو اس انجمن خواتین حسینی سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہے۔

اہلبیت کی محبت سے سرشار ہماری خالہ زاد بہنیں باجی کنیز شبیر، باجی زینب اور باجی مصطفائی بھی اس انجمن کے اراکین میں شامل تھیں۔ خدا مغفرت کرے ہمارے گھر بارگاہِ حسینی امام بارگاہ کے لئے چندہ لینے آئیں اور بتایا کہ ہم خواتین ایک امام بارگاہ بنا رہے ہیں تو بہت حیرت ہوئی کہ ان بہنوں نے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن جب جذبہ سچا ہو تو منزل بہت قریب ہو جاتی ہے ان تینوں بہنوں نے صرف امام بارگاہ کی تعمیر و ترقی کے لئے ہی محنت نہیں کی بلکہ اپنی پرسوز آواز میں سوز خوانی اور مرثیہ خوانی میں بھی نام پیدا کیا۔ باجی کنیز شبیر تو میر انیسؔ کے مرثیہ تحت اللفظ بہت اچھا پڑھتی تھیں مولا انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ باجی زینب اور باجی مصطفائی دونوں ہی بہت خوبصورت اور پُر درد آواز میں سوز مرثیہ اور سلام پڑھتی تھیں اس زمانے میں ایسے پڑھنے والے بہت کم تھے۔ خدا انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ہماری بہن سلطانہ قزلباش نے بھی عشق اہلبیت میں سرشار ہو کر بڑھ چڑھ کر ہر کام میں حصہ لیا۔

مسز کاظم

# چند اقوالِ زریں

کہا جاتا ہے کہ عقلمند کو اشارہ کافی ہے اور عقلمند آدمی ہر اچھی اور کار آمد بات کو سن کر گرہ میں باندھ لیتا ہے اور ہر نصیحت سُن کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ کرام نے ہمارے لئے نصیحتوں اور زندگی گزارنے کے زریں اصول کا خزانہ چھوڑا ہے جس نے انہیں سمجھا کامیاب ہوا۔ جس نے اسے چھوڑا خسارے میں رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱ خوشحال وہ ہے اس کا جس کے اپنے عیوب اسے دوسرے مومنوں کے عیوب ڈھونڈنے سے باز رکھیں۔

۲ وہ شخص قابلِ نفرت ہے جو اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالے۔

۳ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے وہ دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے انہیں پسند کرتے ہیں۔

۴ جو کوئی بھی کسی اچھے کام کی بنیاد رکھے گا اسے اس پر عمل کرنے والوں جیسا ثواب ملے گا۔

۵ فضول خرچی میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں کہلا سکتی۔

۶ جو کوئی کسی مومن بھائی کی حاجت پوری کریگا تو خداوند عالم اس کی بہت ساری حاجات پوری کریگا۔

۷ بدترین شخص وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگ اس کی عزت کریں۔

۸ میں تمہیں تین خصلتوں سے منع کرتا ہوں۔ حسد، طمع اور تکبر۔

۹ پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جان لو فرصت کو مشغولیت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، تونگری کو

محتاجی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور موت کو زندگی سے پہلے

۱۰۔ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لوگوں کے ساتھ ایسی ہمنشینی اختیار کرو کہ اگر تم مر جاؤ تو تم پر روئیں اور جب تک زندہ رہو تمہاری ملاقات کے خواہشمند رہیں

خدا ہم سب کو اہلبیت اور رسول اکرم ﷺ کے اقوال پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

جوہر ناصر حسین

# انجمنِ خواتینِ حسینی حال کے آئینہ میں

مجھے یہ لکھتے ہوائے انتہائی مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ انجمنِ خواتینِ حسینی نے اپنے پچاس سال خیر و خوبی طے کئے۔ یہ انجمن کتنے مراحل سے گزری اس کا احساس تو ظہیر صاحب اور ان کی ساتھیوں کو ہو گا کہ کتنی مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے انہوں نے ترقی کے منازل طے کئے۔ بلاشبہ یہ سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مجھے ابتدائی مراحل یعنی انجمن کے ماضی سے اتنی واقفیت نہیں ہے۔ مگر ان کا حال کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہے۔ جہاں تک میری معلومات ہیں پی۔ ای۔ سی۔ ایچ میں کوئی خواتین کے لئے امام بارگاہ نہیں تھی۔ اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ عزاداری خواتین ہی کی وجہ سے قائم ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ خواتین مجالسِ حسین کے بغیر رہ ہی نہیں سکتیں۔ اِدھر محرم کا چاند نظر آیا اُدھر مجالس کا اہتمام ہوا اور اِن بیبیوں کو پُر سا دینے کے لئے سب جمع ہوتے جو سب سے پہلے فرشِ عزا پر موجود ہوتی ہیں۔ ان مجالس کے لئے یقیناً ایک ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں مختلف جگہوں سے خواتین آکر جمع ہوں کیونکہ ایک مخصوص جگہ پر باآسانی ہر ایک آسکتا ہے دوسرے ذاکرین اور سامعین کا انتظام کرنا ہر ایک کے بس سے باہر ہے۔ انجمنِ خواتینِ حسینی نے اس کا بہت خوب اہتمام کیا ہے۔ نہ صرف مجالس بلکہ میلاد کی محافل بھی صحیح تاریخ اور ٹھیک مقررہ وقت پر منعقد کرتی ہیں۔ اور انشاء اللہ آئندہ کرتی رہیں گی۔ امام بارگاہ میں داخل ہوتے ہی احساس ہوتا ہے کہ یہاں کے خاص طرز طریقے ہیں رضاکار خواتین ترتیب سے خواتین کو بیٹھانے کے لئے موجود ہیں۔ یہ ظہیر باجی کی بہت خوب تجویز ہے کیونکہ ہم سب کی محافل آتے ہوئے عمر گذر جاتی ہے مگر بہت سی خواتین کو بیٹھنے کا سلیقہ نہیں آتا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ مریم بہن کا ذکر نہ کرنا یقیناً بے انصافی ہو گا گزشتہ پچاس سال سے انتہائی محنت سے اپنا فرض ادا کر رہی ہیں ایسا لگتا ہے ان کی وجہ سے ہی یہاں رونق قائم ہے کیونکہ دن رات یہاں کی دیکھ بھال ان کے ذمہ ہے صاف

ستھرا ماحول ان کی وجہ سے قائم ہے۔یوں تو انجمن کا ہر شخص مستعد نظر آتا ہے تمام اراکین انتظام سنبھالنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔خدا سب کو اسی طرح ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرحت زیدی

# امام بارگاہ کی اہمیت

یہ بھی عجب ریت رہی ہے کہ تاج محل کے حسن کی سب تعریف کرتے ہیں۔ اسکی خوبصورتی کے گن گاتے ہیں لیکن ان ہاتھوں کو بھول جاتے ہیں جنھوں نے اس حسن کو صورت بخشی۔ آج انجمن خواتین حسینی کراچی کی پچاسویں سالگرہ مناتے وقت ظہیر باجی کا تذکرہ نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی۔ جو اس انجمن کی بانیوں میں سے ہیں۔ جنکی جانفشانی اس ادارے کی بنیاد میں شامل ہے۔

ان کے نام کے ساتھ ہی مجھے مولوی عبدالحق کی کتاب چند ہم عصر کا "نام دیو مالی" یاد آرہا ہے جو دکن کے اس قحطِ آب میں کنوؤں تک کا پانی اتنا سوکھ گیا تھا کہ لوگوں کو پینے کو پانی نہ ملتا تھا۔ میلوں سے گھڑا بھر پانی اس لئے ڈھو کر لاتا تھا کہ پھول کے پودوں کو پانی ملتا رہے۔ ہماری ظہیر باجی بھی نام دیو مالی ہیں جنھوں نے ہر حال میں عشق حسین کی آبیاری کی عزاخانوں کے قیام بلکہ ایسی انجمنوں کے استحکام کو اپنی زندگی کا محور و مقصد بنالیا۔ باجی کی شخصیت یوں تو ایک ہشت پہل نگینہ ہے لیکن عشقِ حسینی نے اسکو وہ ضو بخشی ہے کہ انکی شخصیت کا یہی سب سے نمایاں رنگ ہے۔ اس لیے باجی جہاں بھی رہی ہیں وہاں ایسی انجمن کی داغ بیل ضرور ڈالی ہے جو درس گاہ حسینی کا کام دے۔ خواہ وہ کراچی میں سوسائٹی کی انجمن "انجمن خواتین حسنی" ہو یا اسلام آباد میں "انجمن خواتین شیعہ۔"

یوں تو مشرق میں علم و مذہب کی ترویج کے بے شمار ادارے موجود ہیں مساجد جو عبادتِ الٰہی اور اخوت باہمی کے مراکز ہیں۔ اسکی عظمت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن اس ترویج میں امام باڑوں یا امام بارگاہ کا اپنا ایک الگ مقام ہے جس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ واقعہ کربلا کوئی حادثہ نہ تھا دو نظریات کا تصادم تھا۔ اک معرکۂ حق و باطل تھا۔ اس لئے اس ذکر کو قائم رکھنا ہے۔ یہ ذکر قائم ہوا جناب سید سجاد کے ذریعہ سے یہ ذکر قائم ہوا بی بی زینب و کلثوم سے یہ وہ ذکر ہے جو رفعنا لک ذکرک کی تفسیر بن کر ہر دور میں بلند رہا۔ شہادتِ حسین نے اہل ایمان کے دلوں میں وہ سوزش وہ تپش پیدا

کردی جو استبداد و زمانہ کے ہاتھوں مٹ نہیں سکتی۔ درگاہ حسینی یا امام باڑے ہمارے لئے مرکزِ ذکر ہیں وہ مدرسہ تربیت ہیں جہاں ہمیں اسلامی زندگی اور شعائر اللہ کے احترام کی تعلیم دی جاتی ہے زندگی کی اعلیٰ اقدار کا شعور بیدار کیا جاتا ہے۔

پہلی مجلسِ حسینی اگرچہ کسی چہار دیواری یا کسی شامیانے کے نیچے منعقد نہیں ہوئی بلکہ کوفہ و شام کے بازاروں میں اس عالم میں ہوئی کہ جنہیں تماشائی بنا کر قیدیوں پر ہنسنے کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ سامعین ذکر حسین سنکر روئے اور واقعہ کی عظمت محسوس کرنے پر مجبور ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام پر پہلی باقاعدہ مجلس زندان شام سے رہائی کے وقت ہوئی۔ جب بی بی زینب نے یہ خواہش کی تھی کہ ایک مکان خالی کروا جائے تا کہ ہم اپنے عزیزوں کا پُرسا لے لیں۔ اس مجلس نے نہ صرف یہ کہ حکومتِ وقت کے پروپیگنڈے کو باطل کر دیا بلکہ صحیح واقعات عوام تک پہنچے۔ اس لحاظ سے امام باڑے صرف تاثیر دعائے سیدہ اور آرزوئے جناب زینب کی تکمیل ہی نہیں۔ تاریخی حقائق کے محافظ بھی ہیں۔ اس پُر آشوب دور میں جب مورخ کے ضمیر کی طرح اسکا قلم بھی خرید لیا گیا تھا۔ ان اداروں کی بدولت تاریخ سینہ بہ سینہ چلتی رہی۔ جناب زینب و امّ کلثوم اور جناب سید سجاد کے علاوہ جناب امِ البنین والدہ حضرت عباس کا یہ عالم تھا کہ بقیع میں چلی جایا کرتیں تھیں اور وہاں کربلا والوں کی یاد میں خود بھی روتیں اور سننے والوں کو بھی رلاتیں۔ قبرستان بقیع گویا سوگوران آل محمد کا امام باڑہ تھا۔ یہیں جناب فاطمہ زہرا اپنے والد کا ماتم فرما چکی تھیں۔ ابو الفرج اصفہانی اموی متوفی (۳۵۶ھ) اپنے مقتل مقاتل الطالبین میں لکھتا ہے "جناب ام البنین والدہ حضرت عباس و عبد اللہ' عثمان و جعفر بقیع آجاتی تھیں اور وہاں اس دردناک و قیامت خیز گریہ آور طریقے سے باآواز بلند گریہ فرماتی تھیں کہ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور ان سے احوالِ شہید کربلا سنا کرتے تھے۔ جو اتنا مؤثر اور دل گداز ہوتا تھا کہ مروان تک گزرتے ہوئے دیوار کے پاس رک جاتا۔ اکثر محفل میں شریک ہو جاتا اور اس کر کو سن کر روتا تھا اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس میں عام لوگ آتے تھے۔ اور یہ مجلس گھر کے بجائے ایک مستقل عزاخانے میں ہوتی تھی۔ یعنی امام بارگاہوں کے قیام کی روایت ایک نہایت محترم تعمیراتی روایت ہے جو ذکر حسین کے ساتھ کردار کی تعمیر اور مخصوص ثقافت کی تشکیل کا بھی اہم ادارہ ہے۔ جس کی وجہ سے اعلیٰ اقدار کا تسلسل اور وضع داری کا رنگ بھی کسی نہ کسی طور باقی ہے۔

فکر انسانی کی سائیکی (Syche) میں اس کی جڑیں ہوتی ہیں۔ ہماری تو جڑیں ہی اس ثقافت میں ہیں جس کی طاقت مذہب سے آتی ہے۔ اسلامی سر چشموں سے آئی۔ اس لحاظ سے یہ ادارے اجتماعی طور پر عبادت کی سعادت اور تبلیغ دین کا منبع ہی نہیں علم کی سبیل اور طرز زندگی متعین کرنے کا مضبوط سانچہ ہیں۔ جس نے ہماری زندگی پر ہر جہت سے بہت دور رس اثرات چھوڑے۔ ایک بہت صحت مند کلچر کو فروغ دیا۔ نجی زندگی کے محاوروں سے لے کر شاعری' ادب اور خطبات تک اس کے اثرات نمایاں رہے۔ منبر کا ادب اور امام باڑے کی چار دیواری ہماری تہذیب کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ یہ اقدار کا معمار اور انسانیت کا وہ حصار تھا جہاں امیر و غریب بلکہ مذہب و ملت کی تفریق مٹ جاتی تھی۔ مسجد میں نماز جماعت میں اکٹھے ہونے کا جو ایک سماجی فائدہ تھا۔ یعنی ایک دوسرے کے احوال سے واقفیت اور دکھ درد میں شرکت وہ بھی میسر آجاتی تھیں۔ اب سے چند برس پہلے تک کسی مسلک سے وابستگی نے تعصب کا رنگ اختیار نہیں کیا تھا۔ شیعہ سنی ایک ہی فرش پر پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے تھے۔

یوں تو ہر دور میں اپنی روحانی تکمیل اور اپنے تشخص کی تشکیل کے لئے اس ادارے کا قیام ضروری سمجھا گیا۔ لیکن آج کے دور میں مشترکہ خاندانی نظام بکھر جانے کے بعد اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ تہذیب' اخلاق اور تربیت ذہن کی وہ ذمہ داری جو گھر میں دادی یا نانی بڑے غیر محسوس طریقے پر بڑی خوش اسلوبی سے سنبھال لیتی تھیں اب بچوں کو میسر نہیں۔ اسکا احساس ملک سے باہر جا کر بڑی شدت سے ہوتا ہے۔ امریکہ ہو یا کینیڈا میں اپنے تشخص کو بچانے کے لئے گرجا خرید خرید کر امام باڑے بنائے اور Sunday School چلائے جا رہے ہیں۔

<u>۱۹۶۶</u>ء میں جب ہمارا تبادلہ اسلام آباد ہوا۔ یہ شہر تعمیر کے مرحلوں میں تھا۔ بازار میں صرف آبپارہ یا لے دیے کے ایک Covered Market تھی۔ کسی معقول اسکول اور کالج تک کا وجود نہ تھا۔ پڑھنے کے لئے بچے عموماً راولپنڈی جاتے۔ عبادت کے لئے کچھ مسجدیں تعمیر ہو چکی تھیں کچھ زیر تعمیر تھیں۔ امام باڑہ تو کوئی نہ تھا البتہ مرکزی امام باڑے کے لئے زمین الاٹ ہو چکی تھی۔ لاہور ایسے شہر سے جانے کے بعد یہ زندگی بہت روکھی پھیکی محسوس ہوئی۔ کسی امام کی شہادت کی تاریخ تھی کہ (بھائی مرتضٰی زیدی مرحوم کی اہلیہ) عالیہ بھابی کا پیغام ملا۔ امام باڑے مجلس میں چلو گی؟ یہ

سن کر حیرت سے عجب کیفیت ہوئی۔ ان کے بتلائے ہوئے وقت پر انکے یہاں پہنچی تو وہ پیدل قریب ہی ایک E-Type کوارٹر میں لے گئیں۔ معلوم ہوا فی الحال یہ ہی امام باڑہ ہے۔ چونکہ ہر مسلک کے لوگوں کو رمضان میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی ٹھکانہ دیا گیا ہے۔ فقہ جعفریہ والوں کو یہ کوارٹر ملا ہے۔ یہاں زنانی اور مردانی مجالس ہوتی ہیں۔ مردوں کی ایک انجمن بھی وجود میں آچکی تھی اور ظہیر باجی دسمبر ۱۹۶۵ء میں انجمن خواتین شیعہ اسلام آباد کی داغ بیل ڈال چکی تھیں۔ مختصر سی آبادی میں یہ چند رکنی انجمن تھی۔ ظہیر باجی بانیِ انجمن بھی تھیں اور صدر انجمن بھی ۔ کسمپرسی کا یہ عالم تھا کہ لوگ محدود چندہ مختصر مگر جوش اور جذبے کی کمی نہ تھی۔ ہمارے معاشرے میں اتنی دور اندیش خواتین کتنی ہو نگی جو مرکزیت کی اہمیت اور معاشرے میں اس سے تقویت کا اندازہ لگا سکیں۔ مگر ظہیر باجی کے لئے دور اندیش اور عاقبت اندیش کا لفظ بلا جھجک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وقت کی پابندی اور اصول پسند ظہیر باجی جھکنا یا ہمت ہارنا تو جانتی ہی نہیں۔ کھری بات دو ٹوک کہتی ہیں خواتین کی مجلس میں عام طور پر وقت کی پابندی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ مگر ظہیر باجی نے نہ صرف یہ کہ وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلایا بلکہ اراکین انجمن کو تو اس کوتاہی پر بیچ محفل کے ٹوک دیتیں یوں رفتہ رفتہ مجالس خاص طور پر انجمن کی میٹنگ میں ایک نظم و ضبط آتا گیا۔ کبھی کبھی وہ مختصر سا کوارٹر جس میں مرد اور عورتوں دونوں ہی کی مجلس ہوتی تھی ایک مسئلہ بن جاتا۔ ظہیر باجی نے ہمت دلائی کہ زنانہ امام باڑے کے لئے علیحدہ زمین حاصل کرنے کوشش کرو۔ اتنی مختصر سی آمدنی میں یہ ادارہ "این خیال است و محال است و جنوں" مگر جنون عشق ہی میں مجنوں نے سنگ خار کا پہاڑ کاٹا تھا سو ہم نے بھی کمر ہمت باندھ لی۔ ان کا رجائی انداز اور ترقی یافتہ سوچ ہمارے لئے مشعلِ رہنمائی بن جاتے۔ حالات پر قابو پانے اور مقصد کے حصول کے لئے جوش دلانے میں انہوں نے بتلایا کہ جب وہ کراچی میں تھیں تو کم و بیش ان ہی حالات میں ۲۸ نومبر ۱۹۴۹ء کو سوسائٹی میں انجمن حسینی کی بنیاد رکھی تھی۔ چند پر خلوص بیبیو ں کی سعی اور امداد غیبی آج وہاں ایک باوقار امام باڑہ بھی ہے۔ اور اس سے وابستہ بیبیاں اور بچیاں بہت سے رفاہی اور سماجی کاموں میں بھی پیش پیش ہیں۔

امام باڑے کے لئے زمیں چاہئے تھی۔ اور زمین کے لئے نہ صرف یہ کہ رقم درکار تھی بلکہ چند قانونی مرحلے بھی

تھے۔ خدا ہادی رضا رضوی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے جنہوں نے قدم قدم پر نہ صرف یہ کہ ہماری راہ کے کانٹے چنے بلکہ صحیح معنوں میں عشق حسین کا حق ادا کر دیا۔

E-Type کوارٹر میں گنجائش کی کمی اور اسلام آباد میں کسی بھی امام باڑے کا نہ ہونا بہت سے مسائل پیدا کر رہا تھا۔ اس لئے انجمن کے رجسٹر ہوتے ہی ایک طرف خواتین نے زمین کے حصول کے لئے گرم جوشی سے تگ ودو شروع کر دی۔ دوسری طرف مردوں کی انجمن بھی کچھ فعال ہوئی اور وہ زمین جو مرکزی امام باڑے کے لئے الاٹ ہو چکی تھی اسکے احاطے کے گرد دیوار کھینچ کر کھمبوں پر ٹین کا ایک سائبان سا بنا دیا گیا۔ کوئی مخصوص تاریخ ہوتی تو مردوں کے لئے شامیانہ لگا دیا جاتا۔ خواتین اسی شیڈ کے نیچے بیٹھ کر مجلس کرتیں گرم دوپہروں میں دھوپ سے تپے ہوئے شیڈ میں سب کی عجب حالت ہو جاتی مگر عشق حسین میں سب گوارا تھا۔ چھوٹے بچے زبان سے کچھ کہتے یا نہ کہتے ان کے چہروں سے ان کی کیفیت عیاں ہوتی۔ رباب بہن کے چھوٹے بیٹے عباس کا گرمی سے لال بھبوکا چہرہ اب بھی نظروں میں گھومتا ہے۔ ظہیر باجی مجھے نہ صرف انجمن میں شامل کر چکی تھیں بلکہ بہت سی ذمہ داریاں بھی میرے کندھوں پر ڈال دی تھیں دلوں میں خلوص تھا اور نیت صاف اس لئے معجزانہ طور پر .C.D.A کے کچھ نیک حضرات نے ہم سے بہت تعاون کیا ہمارا ادارہ خواتین کے لئے صرف امام باڑا نہیں بلکہ لائبریری اور Vocational Training (پیشہ ورانہ تربیت) کے ادارے کا قیام بھی تھا۔ اس لئے حکومت کی طرف سے زمین ہم کو بلا معاوضہ ملی۔ مگر مبلغ سترہ اٹھارہ ہزار روپے کا اثاثہ اس زمانے میں بھی امام باڑا تو کیا کسی معمولی سے مکان کی تعمیر کے لئے بھی ناکافی تھا۔ اس لئے تجویز ہوا کہ تبرک پر رقم خرچ کرنے کے بجائے وہ رقم امام باڑے کی تعمیر کے لئے ہدیہ کر دی جایا کرے۔ گدائی کے لئے قرعہ فال میرے نام نکلا۔ یعنی چندہ اکٹھا کرنے کی مہم کی نگراں مقرر ہوئی۔ اس موقع پر میرے شوہر نے نہایت حقیقت پسندانہ بات سمجھائی کہ بہت بڑے چندے کی امید میں کسی بڑے کے دروازے پر جانے کے بجائے تم ایک ایسی رقم مقرر کر دو جو ہر ایک دے سکتا ہو۔ اس طرح یہ طے ہوا کہ فی مومنہ سو روپے سے تعمیر میں تعاون کریں جو زیادہ دینا چاہے وہ ان کی خوشی پر منحصر ہے۔ یہ تجویز بہت کارآمد ثابت ہوئی۔ اور ہادی بھائی کے تعاون سے تعمیر کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ Heart Attack کے اچانک

حملے نے چاہنے والا باپ چھین لیا دل و دماغ کو اچانک صدمہ نے مفلوج سا کر دیا کہ اسی دوران موت کے ظالم ہاتھوں نے ایک عزیز ہستی پر یوں شبِ خون مارا کہ غم کا سہارنا مشکل ہو گیا یوں تو سب ہی نے اپنے اپنے طور پر غم گساری کی لیکن دو شفیق ہاتھ جنہوں نے اس کڑے وقت میں سہارا دیا۔ شمیم حسینی (شمیم باجی) اور ظہیر باجی تھے۔ شمیم باجی تو طبیعت کے اعتبار سے جمال ہی جمال ہیں ایسی سادہ دل کہ ان کی سادگی پر پیار آئے۔ ظہیر باجی کے مزاج میں دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ جلال بھی ہے۔ مگر اتنے پیار سے ڈانٹنے والے بھی کہاں ملتے ہیں۔

اسی دوران بھائی علی رضا نے ملازمت سے ریٹائر ہو کر کراچی جانے کا پروگرام بنایا اور ظہیر باجی یہ پوری ذمہ داری مجھ ناتواں کو سونپ کر کراچی سدھاریں۔ میرے لئے تجربہ ایسا ہی تھا جیسے کسی اناڑی کو سمندر میں دھکیل دیا جائے کہ اب تم کو طوفانی تھپیڑوں کا مقابلہ کرنا ہی ہے۔ مجھ ناتواں میں تو بھلا کیا صلاحیت تھی۔ لیکن اعجاز جناب سیدہ اور فیض جناب زینب سے ہمیں ایسے ایسے گوشوں سے بے طلب امداد ملی جہاں ہم تو کیا ہمارا تصور بھی نہیں پہنچتا۔ اور آج زینبیہ ایک خواب نہیں حقیقت ہے لیکن زینبیہ کی تعمیر کی داستان نامکمل ہی رہے گی اگر ہادی بھائی کا ذکر نہ کیا جائے جنہوں نے درحقیقت اس کی تعمیر میں اپنی جان نچھاور کر دی۔ جس شام ان کا انتقال ہوا۔ اس دن بھی وہ زینبیہ ہی میں کچھ کام کروا رہے تھے کہ ان پر دل کا دورہ پڑا وہیں سے ان کو ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں انہوں نے جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

اس مضمون میں امام بارگاہ کی اہمیت و تاریخی حیثیت کے ساتھ زینبیہ کی روئداد اور ظہیر باجی کا شخصی خاکہ گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ لیکن تعمیر سے مزدور اور مزدور کے کنبہ کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک مزدوروں کو تعمیر کی نوعیت، اہمیت اور افادیت کا پورا ادراک نہ ہو تعمیر صحیح نہیں ہوتی ظہیر باجی کو نہ صرف اس کا پورا پورا ادراک ہے بلکہ اس شعور کو انہوں نے ہم تک بڑے سلیقے سے پہنچایا ہے۔

ساجدہ جعفر

# انجمن کی پرانی ساتھی

انجمن خواتین حسینی (رجسٹرڈ) ۱۹۷۹ء میں قائم ہوئی جس کا آغاز جٹ لینڈ لائن سے ہوا۔ جس طرح ہر چیز اپنی جگہ نہیں رہتی اسی طرح یہ انجمن بھی پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس میں منتقل ہو گئی اس انجمن کی بانی باجی ظہیر ہیں۔ یعنی ظہیر علی رضا۔ جو ہماری باجی ہیں۔ جو کسی تعارف کی محتاج نہیں چونکہ کراچی کے اکثر لوگ ان سے واقف ہیں اور تھے۔ میں ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ ہی رہتی تھی اس لئے مجھے فوراً ہی رضا کار پھر ممبر بنالیا اور بھی بہت سے لوگ باجی کے ساتھ انجمن میں شامل ہوئے جن میں چند نام قابلِ ذکر ہیں۔ زینب بیگم احمد سلطان' باجی کنیز شبیر اور بہت سی مومنات۔ چونکہ شیعہ کمیونٹی کافی تھی اور سب یکجا ہونے کے خواہش مند تھے پس برابر لوگ اس کے حلقہ میں داخل ہوتے رہے جوں جوں انجمن نے ترقی کی لوگوں نے خیر مقدم کیا اور جلد ہی اس میں ایسے لوگ شامل ہو گئے جو دل و جان سے اس کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ چند لوگوں کا نام جو زیادہ نمایاں تھے اور جنھوں نے فعال کردار ادا کیا مثلاً باجی کنیز شبیر' زینب' صالحہ باقر' چندن باجی' مریم باجی وغیرہ یوں تو اور بھی بہت سی خواتین نے اس انجمن کو آگے بڑھانے میں کردار ادا کیا لیکن پس انجمن کو اس مقام تک لانے میں سب سے زیادہ محنت اور کوشش ہماری باجی ظہیر نے کی ہے۔ انکی انتظامی صلاحیتوں نے تمام کام کرنے والی خواتین کو ایسے مضبوط رشتے میں منسلک کر دیا۔ اس انجمن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے یہاں آپس میں اتفاق ہے سب لوگ ایک گھر کے فرد معلوم ہوتے ہیں اور سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔

ہماری انجمن کی بڑی خوبی پابندئ وقت ہے اور یہ بھی باجی ظہیر کی تاکید اور ڈانٹ سے ہم سب میں پیدا ہوئی ہے۔ مجالس و محافل پابندی وقت سے شروع اور ختم ہوتی ہیں اسی وجہ سے لوگ شوق سے آتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے جو ایک مرتبہ یہاں آجائے وہ پھر ہمیشہ آتا ہے۔ یہاں اچھے ذاکروں کا انتظام کیا جاتا ہے ایک زمانہ میں پنڈی کی ذاکرہ مبارک بانو اس

انجمن کا عشرہ پڑھنے آتی تھیں جن کو لوگ شوق سے سننے آتے تھے اور پسند کرتے تھے۔

اب کئی سال سے شہربانو والا جاہی عشرہ پڑھ رہی ہیں لوگ بہت شوق سے ان کی مجالس سننے آتے ہیں اور پسند کرتے ہیں ہماری انجمن میں لوگ بہت شوق اور خوشی سے اس لئے بھی آنا پسند کرتے ہیں کہ یہاں کا انتظام اور وقت کی پابندی سب کو پسند ہے جو ایک بار آجائے اس کے قدم بار بار اس بارگاہ کی طرف اٹھتے ہیں۔

خدا کرے ہماری یہ انجمن اسی طرح قائم رہے اور سب انجمن والوں میں جس طرح اب تک اتفاق ہے آنے والے لوگوں میں بھی اسی طرح اتفاق و محبت قائم رہے۔اور خدا ہماری ظہیر باجی کو بھی ہمت و صحت کے ساتھ ہمارے درمیاں رکھے۔

بہت سے لوگ جو اب ہم میں باقی نہیں ہیں ان سب کو خدا اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جو موجود ہیں ان سب کو کام کرنے کی ہمت اور صحت عطا فرمائے بحق محمد و آل محمد علیہم السلام۔

آمین

سکینہ رضا

# دادا امی کی امام بارگاہ یا ہمارا دوسرا گھر

ہر ایک کی زندگی میں کچھ لوگ، کچھ جگہیں اور کتابیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کی زندگی کے آغاز سے اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جو اس کی یادداشت سے قبل اس کے اردگرد کا ماحول بناتی ہیں۔ یعنی اس کی زندگی کا ایک حصہ بن جاتی ہیں اور جن سے پہلی بار ملنے یا متعارف ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دادا امی کا امام بارگاہ ان جگہوں میں سے ایک ہے اس میں ابھی تک وہی اپنا پن، وہی گھر والی بات ہے اور یہاں آنے والے لوگوں کے ساتھ ویسا ہی یعنی گھر والوں جیسا بندھن ہے گہرا اور مستقل۔

جس طرح کسی گھر کے فرد کی غیر موجودگی میں ایک عجیب سے خاموشی اور خالی پن کا احساس ہوتا ہے اسی طرح امام باڑے کے لوگوں میں سے کسی ایک کی بھی غیر حاضری سے دل میں ویسی ہی چبھن محسوس ہوتی ہے۔ مجلس کی آدھی رونق کا باعث تو کبرا خالہ کے پرجوش اور با آواز بلند نعرۂ حیدری ہوتے ہیں اور اگر ایک آدھ دفعہ وہ نہ آئیں یا ان کی جگہ کوئی اور بولے تو واقعی مجلس کا مزا ادھورا ہو جاتا ہے۔ اور کسی اور کی آواز میں نعرۂ حیدری کانوں کو کافی چبھتا ہے۔ دادا امی کے چندہ جمع کرنے یا کسی سوشل ورک کے پروجیکٹ پر مجلس شروع ہونے سے پہلے چند اعلانات، مریم خالہ کا ذاکرہ کے لئے مائک کو ایڈجسٹ کرنا، ساجدہ باجی کی نرم اور میٹھی آواز میں سلام آخر، چندن خالہ کے ہاتھ سے تبرک وصول کرنے کے ساتھ ان کی مسکراہٹ سے روشن چہرے سے نظریں ملنا سب اس امام باڑے کی رونق، اس کا سکون بنانے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور پھر بہت سے چہرے تو ایسے ہیں جن سے سلام دعا یا حد سے حد آنکھیں چار ہونے کے علاوہ اور کوئی رابطہ ہی نہیں لیکن پھر بھی ان سب کی موجودگی اس امام باڑے کو خاص بنانے میں اتنا ہی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ الغرض یہاں آنے والے ہر شخص بزرگ، جوان، بچے اس امام باڑے کا مقصد پورا کرنے اور اس کا خلوص بڑھانے میں اپنا معمولی یا غیر معمولی کردار ادا کر دیتے ہیں۔

محرم کی آمد سے ذہن میں فوراً امام باڑے کی سبز روشن دیواریں، چمکتی شیشم کا منبر، وہاں کی روشنیوں میں چمکتے

ہوئے چاندی کے علم اور خواتین کا بڑھتا ہوا مجمع کا آتا ہے۔ سچی بات کہوں تو پھر ایک دم سے بے حد خوشی اور بے چینی سی ہوتی ہے میرا خیال ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ اس امام باڑے میں آکر محرم کا مطلب 'اسکی اہمیت کا صحیح معنوں میں احساس ہے۔ غم حسین دلوں میں ایک بار پھر اجاگر ہو جاتا ہے۔ محرم کی ہر تاریخ کو ۱۴۰۰ سو سال پہلے ہوئے واقعات اس صفائی سے نظروں کے سامنے آتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے جیسے ابھی کل ہی کی بات تھی۔ اور پھر شدت سے رونے کو دل چاہتا ہے۔ ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ یہاں ہمیشہ سے معیار کو سب سے زیادہ ترجیح دی جاتی ہے ریکارڈ ہے کہ کراچی تو کیا پورے پاکستان کی بہترین ذاکرہ کو کم او کم ۱۰ دن مجلس پڑھنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تبرک بھی نہ صرف مزے دار بلکہ خاصی مقدار میں بنتا ہے غرض کہ کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

میں خواتین کے دوسرے چند امام باڑوں میں جا چکی ہوں اور اصلی بات لکھوں تو ہر دفعہ ذہن میں برے مزے کے ساتھ واپس لوٹی ہوں ایسا لگتا ہے کہ جیسے عورتیں مجلس سننے نہیں بلکہ صرف وقت کاٹنے اور ملنے ملانے کی غرض سے آئی ہیں۔ وقت کی پابندی کا کوئی خیال نہیں ہوتا' مجلس کا کوئی خاص عنوان نہیں ہوتا اور مصائب بھی ایسے بیان کئے جاتے ہیں کہ مشکل سے چند آنسو نکلتے ہیں واقعی دادا ابی کے امام باڑے میں کچھ ایسا جادو ہے کہ محرم کا صحیح مزہ اور صرف اور صرف وہیں آتا ہے۔ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے مجلس کا بہترین معیار جو سننے والے کو سوچنے اور غور کرنے پر آمادہ کرتا ہے سوز و سلام 'مرثیہ اور نوحے سچے دل سے اور غم بھری آوازوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

اگر میری رائے لی جائے تو اس امام باڑے سے بہتر خواتین کا امام باڑہ پوری دنیا میں کہیں نہیں۔ اور اس کے عظیم معیار کو برقرار رکھنے میں اس کے بنانے والوں کا سب سے بڑا ہاتھ ہے جو انتہائی ذہین اور باشعور خواتین ہیں جن کی بے حد لگن 'ایمانداری اور شیعیت کو زندہ رکھنے کا جذبہ آج ۵۰ سال کے بعد بھی امام باڑے کے ہر کام میں جھلکتا ہے اللہ کرے اس کی پچاسویں تو کیا ایک سو پچاسویں سالگرہ بھی اتنی دھوم دھام سے منائی جائے۔

۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء

(یہ میری پوتی کے تاثرات ہیں۔ ظہیر علی رضا)

سید قاسم رضا

# حسینی درسگاہ

زندگی ہمہ گیر ہے اس کے بہت رخ ہیں زندگی کی ایک بہت اہم مثلث ظالم' مظلوم اور ظلم کی داور سی ہے۔ یہ تعلیم کربلا کے واقعہ سے زیادہ بہتر اور آسان زبان میں آج تک حسین کے علاوہ اور کوئی نہ دے سکا۔ بچپن میں سنے ہوئے مولانا ابن حسن جارچوی مرحوم کے چند جملے جو وہ جہانگیر پارک (کراچی) کی سالانہ مجلس میں بچوں کو واقعہ کربلا سمجھانے کے لئے پڑھتے تھے آج بھی ذہن میں اتنے ہی نمایاں ہیں۔ یہ اس طرف (ہاتھ داہنی جانب اٹھتا تھا) حسینی خیمے ہیں اور اس طرف (ہاتھ بائیں جانب اٹھتا تھا) دریائے فرات موجیں مار رہا ہے اور یہ درمیان میں یزید کی افواج ہیں۔ ریگستان ہے شدید گرمی ہے زبانیں پیاس سے باہر نکلی پڑ رہی ہیں۔ دریا میں پانی موجیں مار رہا ہے مگر حسین کے قافلہ میں شامل بوڑھوں بچوں اور عورتوں کی پیاس اور پانی کے درمیان ظالم (افواج یزید) حائل ہے۔ علامہ جارچوی مرحوم کے یہ چند الفاظ آج چالیس سال بعد بھی ذہن سے نہ مٹ سکے اور آج بھی زندگی کے ہر موڑ پر ظالم اور مظلوم میں تمیز کرنے میں مدد دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ جو چودہ سو سال پہلے بے آب و گیاہ ریگستان میں چند بوڑھے مرد' خواتین اور بچوں کے ساتھ پیش آیا بڑی بڑی حکومتیں اپنی ہزار کوششوں اور بے انتہا طاقت سے تاریخ کے اوراق سے نہ مٹا سکیں۔ آج بھی محرم دنیا کے ہر شہر میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا جاتا ہے اور ظالم کو اسکے ضمیر کی آواز سے تڑپاتا ہے اور مظلوم کو ظلم برداشت کرنے کی ہمت دیتا ہے۔

کربلائیں آج بھی ہیں۔ ہمارے چاروں طرف ہیں۔ جھگڑا صرف پانی کا نہیں ہے بھوک کا بھی ہے بیماری کا بھی ہے ناخواندگی کا بھی ہے۔ مسئلے اور بھی بہت ہیں یزید بھی ہر رنگ میں موجود ہیں۔ برصغیر ہند کے ہندو شاعر چکبست نے کہا

تھا۔

جو جنگ ازل سے جاری تھی مابین ملائک اور انسان
وہ جنگ اب بھی جاری ہے میدان بدلتے رہتے ہیں

جب آج بھی سب کچھ باقی ہے تو کیا واقعہ کربلا اور درس حسینی کو یاد کرنا وقت کی ضرورت نہیں ہے؟ کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھ لے۔ جوش ملیح آبادی نے سچ کہا ہے۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

ہمارے یوپی کے روایتی گھرانوں میں خدا، رسولؐ اور حسینؑ یہ تین نام یا ہستیاں زندگی کا محور ہوتی ہیں یعنی حسین کے نام کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی کا معاملہ ہے۔ علامہ اقبال کا شاید کچھ یہی مطلب تھا۔

اسلام کے دامن میں اور اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللہیؑ اک سجدہ شبیری

ہمارے گھرانوں میں پہلی درس گاہ گھر جہاں مذہب یعنی قرآن اور دین کی تعلیم دی جاتی ہے اور دوسری درس گاہ مسجد و امام بارگاہ جہاں عدل و انصاف اور اخلاقیات کا درس دیا جاتا ہے اور اس کے بعد دنیاوی تعلیم اور اس کے مدرسے۔ اس لئے گھر بنانے کے بعد مسجد و امام بارگاہ کا بنانا ہے۔

ذہن کے پردوں میں دھندلی سی یادیں ہیں جب اس امامبارگاہ کی بنیادیں رکھنے کی ابتداء ہوئی۔ پارٹیشن (تقسیم ہند) کی گرد و غبار پوری طرح چھٹی نہیں تھی۔ بے سرو سامانی ابھی باقی تھی جب ہماری چھوٹی امی نے (جو ہماری چچی ہیں) اس مہم کے لئے دوڑ دھوپ شروع کی۔ (دوڑ دھوپ) کا لفظ یہاں بہت صحیح ہے کیونکہ گاڑی اس وقت شاید خواب میں بھی نہیں تھی۔ اور دھوپ بھی بے حد تیز تھی (جتنی آج کل ہے) پسینہ بہا بہا کر پیسہ جمع کر کے بنیاد رکھی گئی اور کوشش حقیقت بنتی گئی۔ امام بارگاہ بنتی بھی گئی اور بڑھتی بھی گئی۔ آج اس سے فوائد کے کتنے چشمے پھوٹ رہے ہیں اور یہ امام بارگاہ کتنی سماجی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ مسجد و امامبارگاہ ہی اسلامی معاشرہ میں روشنی کا مینار اور ہدایت کا منبع ہوتے ہیں

آج اس امام بارگاہ کی پچاسویں سالگرہ ہے خدا کرے اس امام بارگاہ سے حسین کا پیغام تا ابد انسانیت کا درس دنیا کو دیتا رہے اور خدا اس امام بارگاہ کے بانیوں کو حسین کی درس گاہ کے خدام میں شامل کر لے۔ آمین۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

کنیز زینب عابد نگیں

# ایک روشن مثال

ہر وہ مقام تقدس کا حامل ہے جہاں خدائے وحدہ ولاشریک اس کے رسول سردارِ انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پاک کا ذکر ہو۔ اور ہر وہ تنظیم لائقِ احترام و ستائش ہے جو اس ذکر کے لئے ممد و معاون ثابت ہو اور جو بے لوث جذبے کے تحت اس کارِ عظیم اور کارِ خیر کو انجام دے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی شہر میں جہاں اور تمام ہمہ جہت ترقی ہوئی کہ ایک چھوٹا سا شہر ایک کاسموپولیٹن شہر میں تبدیل ہو گیا۔ بے شمار بستیاں آباد ہو گئیں' بہت اعلیٰ پائے کی عمارتیں تعمیر ہوئیں وہیں اس شہر میں بے شمار مساجد اور امام بارگاہیں بھی تعمیر ہوئیں جن کی وجہ سے آج اس شہر میں ذکر خدا و رسول وآل رسول کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ سب کسی نہ کسی تنظیمی تحریک کے نتیجے میں ............ ممکن ہوا۔

محافل و مجالس کے سلسلے میں مجھے شہر کے مختلف امام بارگاہوں میں جانے کے مواقع ملے ہیں اور میں اکثر ان مقامات اور باگاہوں میں گئی ہوں جہاں خواتین مردانی انجمن مردانی امام بارگاہ سے منسلک ہیں۔ مختلف اوقات میں دونوں کے پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں خواتین کے دائرے کار کے گرد کتنی روکاوٹیں یا مجبوریاں ہوتی ہیں ان کے پیشِ نظر میں سمجھتی ہوں کہ خواتین نے جہاں بھی جتنا بھی کام کر لیا ہے وہ لائقِ ستائش ہے۔ مگر مختلف مقامات اور مختلف تنظیموں کی قریب سے دیکھ کر اور برت کر میں یہ بجا طور پر کہہ سکتی ہوں کہ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس۔ میں خواتین کی ''انجمن حسینی'' نے تنظیم بنا کر اور امام بارگاہ تعمیر کر کے نہایت اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ میں پچھلے دس بارہ سالوں سے اس تنظیم اور امام باڑے سے وابستہ ہوں اور جو کچھ میں نے اپنے مشاہدے میں پایا اس کو میں مختصراً لکھنا چاہ رہی ہوں۔ اس بارگاہ یہ بھی

خصوصیت ہے کہ یہاں صرف اور صرف خواتین ہی نے ہر کام کیا ہے مرد کا یہاں دخل نہیں ہے۔

مربوط تنظیمی صلاحیت: میں نے محسوس کیا ہے کہ اس تنظیم کے ہر کارکن میں زبردست ذھنی ہم آہنگی پائی جاتی ہے تنظیم کے صدر سے لیکر ایک عام کارکن تک اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک اپنا فرض نہایت تندہی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ جس سے ہر کام کا بہترین نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور مجموعی کارکردگی بھی اعلیٰ معیار کی رہتی ہے۔

نظم و ضبط: جب سے میں اس امام بارگاہ میں جا رہی ہوں میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ امام بارگاہ اور اس کی تنظیم نظم و ضبط کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ تمام چھوٹے بڑے امور کے لئے کارکن مقرر ہیں اور بڑے سے بڑے مجمع کو نظم و ضبط، تحمل وبردباری اور سلیقے کے ساتھ سنبھالتے ہیں اور کسی قسم کی افراتفری آج تک دیکھنے میں نہیں آئی جس کی وجہ سے کارکردگی پر بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں اور سامعین اور ذاکرین سب ہی مطمئن رہتے ہیں۔ سامعین کو نشست لینے میں اسطرح مدد کرتے ہیں ان کو کوئی شکایت نہیں رہتی اور ذاکرین کے لئے ایسا پر سکون ماحول فراہم ہوتا ہے کہ وہ دل جمعی سے اپنے خیالات سامعین تک منتقل کرتے ہیں۔

بہترین ذاکرین کا انتخاب: اس امام باڑے اور تنظیم کی یہ بھی بڑی خوبی ہے کہ یہاں ہمیشہ بہترین ذاکرین کو تقریر کی دعوت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے سامعین جب یہاں کی محفل و مجلس میں شرکت کر کے اٹھتے ہیں تو اپنے دامن میں بہت کچھ روح کی بالیدگی کا سامان لے کر اٹھتے ہیں۔ یہاں کی مجلس و محفل کرنے کے بعد ایک عجیب طمانیت اور سکون محسوس ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ قلب و روح کی جو طلب تھی وہ پوری ہو گئی۔ جو تشنگی تھی وہ بجھ گئی۔

پابندی وقت: زندگی میں کامیابی کا راز یہی ہے کہ انسان وقت کی قدر کرے اور دنیا میں وہی لوگ وہی قومیں اور وہی

تنظیمیں کامیاب ہیں جو وقت کی قدر کریں اور اس کا بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ انجمن خواتین حسینی کی ایک بہت ہی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں وقت کی پابندی کا بطور خاص خیال رکھا جاتا ہے اور تمام سال محافل و مجالس اپنے مقررہ وقت پر شروع ہو کر مقررہ وقت پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ اس خوبی کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے

جوھر شناسی: کسی تنظیم کو رواں دواں رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں باصلاحیت لوگ شریک ہوتے رہیں اس تنظیم کے سب ہی کارکن اور خصوصت سے اس تنظیم کی سکریٹری بیگم علی رضا انتہائی جوھر شناس ہیں اور وہ باصلاحیت لوگوں کو بروقت خوش آمدید کہتی ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔

آج اس تنظیم کو قائم ہوئے پچاس برس ہو گئے ہیں اور یہ تنظیم کی مسلسل کارکردگی کا نتیجہ ہے کہ یہ اپنی گولڈن جوبلی یا جشن زریں منا رہی ہے اور اس تنظیم کی مسلسل کارکردگی اس کے فعال کارکنوں کی وجہ سے ہے اور کارکنوں کا حوصلہ ان کی فعال سکریٹری بیگم علی رضا کی وجہ سے ہے ان کی شخصیت نہایت متحرک اور دینی جذبہ سے سرشار ہے اور یہ تنظیم اور یہ امامباڑہ ان کی لگن محنت اور جذبہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ ہم سب کی خوش نصیبی ہے کہ بیگم علی رضا نے جس تنظیم کی ابتداء کی تھی آج اس کا جشنِ زریں بھی منا رہی ہیں اور انکی ذات سے ہم سب فیضیاب ہو رہے ہیں۔ خاتون ہونے کے لحاظ وہ ہم سب کے لئے ایک روشن مثال ہیں کہ ہم بھی ان کے جذبے کو اپنائیں اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس معاشرے میں جو کردار ادا کر سکتے ہیں ضرور کریں۔

خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ وہ اس تنظیم اور امام باڑے کو اسی طرح قائم و دائم رکھے تاکہ ذکرِ رسول و آلِ رسول کی ترویج و اشاعت ہوتی رہے اور بیگم علی رضا کو بھی طول حیات صحت کے ساتھ عطا ہو کہ ان کی ذات سے یہ تنظیم یہ امام بارگاہ اور تمام لوگ فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

شاہدہ کاظمی

# باجی ظہیر کے متعلق گزرے واقعات

یہ بات میں اس وقت کی کر رہی ہوں جب عمر کا کینوس اتنا بڑا نہیں تھا۔ مگر اس پر بکھرے ہوئے رنگ آج بھی ذہن میں موجود ہیں اور ان رنگوں میں ابھرتے ہوئے کچھ نقوش تو وقت کے ساتھ ساتھ دھندلے پڑ گئے مگر کچھ چہرے آج بھی ذہن میں موجود ہیں بلکہ روز بروز نکھرتے جا رہے اور ان میں سے ایک چہرہ ظہیر باجی کا بھی ہے۔

یہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ تھا کچھ لوگ ہجرت کر کے یا پھر اپنے اپنے محکموں کی طرف سے پاکستان آ گئے تھے انکے بہت سے عزیز و اقارب ابھی ہندوستان میں تھے اور انکی کوئی خیر خبر بھی نہیں تھی۔ یہاں پر رہنے والے لوگ یعنی وہ لوگ جو پاکستان آ چکے تھے مایوسی اور امید کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ سوائے دعاؤں کے ان لوگوں کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ کبھی اجتماعی طور پر دعائیں مانگی جاتیں کبھی سب ایک ساتھ مل کر کوئی سا عمل کرتے۔ قرآن پڑھتے، فریادی ماتم کیا جاتا۔

میں اور میری عمر کے بہت سے بچے جو ان تمام باتوں کو دکھ کی نظر سے کم لیکن تجربہ کی نظر سے زیادہ دیکھتے ہر آنے والا دن ہم لوگوں کے لئے ایک نیا تجربہ ہوتا تھا۔ خصوصاً اسوقت جب دوپہر کے بارہ بجے سب خواتین ہمارے نام نہاد صحن میں جمع ہوتی تھیں اور فریادی نوحے پڑھے جاتے۔ باجی ظہیر بھی ان میں شامل تھیں نوحے میں سب اماموں کے نام لئے جاتے لیکن آٹھویں امام کا نام آتے ہی باجی ظہیر چپ ہو جاتیں کچھ چہرہ سرخ ہو جاتا تمام عورتیں معنی خیز انداز سے انکی طرف دیکھتیں اور فوراً نوحہ آگے پڑھ لیا جاتا اور ہمیں یہ لگتا کہ یہ خاتون ان باقی خواتین سے مختلف ہیں یہ تو بعد کو پتہ چلا کہ اس زمانے میں خواتین شوہروں کا نام لیتے ہوئے شرماتی ہیں۔ وہ دن اور آج کا دن باجی ظہیر مجھے عام عورتوں سے ہمیشہ مختلف لگیں۔

پھر محرم آ گیا لوگوں کے گھروں میں مجلسیں شروع ہو گئیں عورتیں اور بچے زیادہ تھے اور لوگوں کے گھر چھوٹے

چھوٹے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر جٹ لینڈ لائن میں مردوں کو ایک جگہ مل گئی جہاں پر ایک بر آمدہ سا تھا اور اس پر ٹین کی چھت تھی باقی جگہ ایک کھلے ہوئے صحن کی طرح تھی۔ رات کو وہاں مردانی مجلس ہوتی اور دن میں زنانی مجلس ہوتی تھی۔

ظمیر باجی پھر اور عورتوں سے مختلف نظر آئیں ایک منتظم خاتون کی طرح انہوں نے سب عورتوں کو جمع کیا۔ عورتوں کی انجمن بنائی گئی۔ جسمیں باقاعدہ لڑکیوں اور خواتین کو تربیت دیتیں کہ کس طرح حلقے میں کھڑے ہو کر ماتم کیا جائے۔ مجلس کے انتظام میں شریک ہوا جائے۔ مجلس کے دوران باقاعدہ لڑکیاں جگہ جگہ کھڑی رہتی تھیں انکے ذمہ عورتوں کو پانی پلانا۔ بچوں کو خاموش رکھنا۔ فرش وغیرہ کا انتظام سب یہی انجمن کے کارکن کرتے تھے۔ اور ان سب کاموں کی کرتا دھرتا ظمیر باجی ہی تھیں انکی انتظامی صلاحیتوں کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔

شاید پاکستان اور ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہو گا کیونکہ مجھے آج تک کوئی نہیں ملا جسکو یہ تجربہ ہوا یا اسے کہیں سنا ہو۔ ظمیر باجی نے بچیوں میں مذہبی تعلیم کا رجحان اسطرح پیدا کیا کہ بہت سی لڑکیاں جن میں میں اور میری چھوٹی بہن ساجدہ بھی شامل تھی، چھوٹی چھوٹی تقریریں لکھوایا کرتیں جسکے لئے تاریخِ اسلام کا بھی مطالبہ کرنا پڑتا تھا۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی اہمیت کو بھی سمیٹنا پڑتا تھا۔ اور پھر ہم سب کی تقاریر ظمیر باجی کو دی جاتی تھیں وہ باقاعدہ ان پر نظر ثانی کرتیں اصلاح کرتیں اور پھر اپنے اپنے مقررہ دن پر بڑی ذاکراؤں سے پہلے مجلس میں پڑھواتیں۔ ہم لوگوں کا باقاعدہ اشتہار میں نام چھپتا تھا جو کہ غالباً اس وقت ہم لوگوں کے لئے بہت اہم ہو گا۔

باجی ظمیر نے صرف اپنے آپ کو محرم کے لئے ہی محدود نہیں کیا بلکہ پورے سال آئمہ کی وفات و شہادت اور پیدائش پر مجالس اور میلاد کئے جاتے۔ بلکہ ایک عجیب بات ہماؤں کہا جاتا ہے کہ فنکار فنکاری کے جراثیم کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کبھی وہ جراثیم پنپ جاتے ہیں اور کبھی مر جاتے ہیں۔

ظمیر باجی نے شاید پہلی دفعہ مجھ میں یہ فنکاری کے جراثیم دیکھ لئے تھے۔ وہ علامہ اقبال ڈے، چودہ اگست یا ربیع الاوّل کو بچوں سے ڈرامے اور ٹیبلو کروایا کرتی تھیں اور اس میں ہم دونوں بہنیں پیش پیش ہوتی تھیں۔

ظمیر باجی علاوہ لیڈر ہونے کے اہلِ بیت کی محبت میں اتنی سرشار رہیں کہ انکا مشن ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا

گیا۔ سوسائٹی کا امام بارگاہ بنانا۔ اسلام آباد کے نو آباد شہر میں امام بارگاہ زینبیہ کی بنیاد ڈالنا۔ وہاں پر میں نے خود خواتین کو ذاتی طور پر ظہیر باجی کے لئے دعائیں مانگتے دیکھا ہے۔ یہ امام بارگاہ صرف اور صرف عورتوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ چندہ جمع تعمیر کروانا وہاں پر اپنے انتظام کی بنیاد بھی انجمن کی شکل میں باجی ظہیر ہی نے ڈالی سچ تو یہ ہے ظہیر باجی کی لگن کا عکس اس انجمن میں نظر آتا ہے۔ میں نے کیا میری طرح کی نہ جانے کتنی لڑکیوں نے اس زمانے سے لیکر آج تک ظہیر باجی کو ایک آئیڈیل کی طرح سے دیکھا۔

پھر امریکہ آنے کے بعد جب ظہیر باجی کے بچوں عطیہ عذرا صغرا اور عباس سے ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ یہ تو سب ظہیر باجی کی بکھری ہوئی خوبیاں ہیں۔ جاوید تسنیم اور عامرہ سے میری زیادہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن جو کچھ سنا ہے اور دور سے دیکھا ہے کہ ظہیر باجی نے اپنے خاندان کی انجمن بنانے میں بھی بہت محنت کی ہے۔ عطیہ مجھ سے بہت قریب۔ فاصلے کے اعتبار سے نہیں انکے گھر کا راستہ بہت طویل ہے ذہن کی بات کر رہی ہوں کہ انکی خوبیاں گنوانا میرے بس کی بات نہیں۔

اپنی امی کے انتقال کے بعد جب میں ظہیر باجی سے ملی اور انہوں نے مجھے گلے لگایا تو ممتا کی حرارت میں نے اندر اترتے ہوئے محسوس کی۔ میری امی کے ظہیر باجی سے اور میرے والد کے بھیا سے بہت پرانے مراسم ہیں۔ میں جب بھی ان دونوں سے ملتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ محبت اور ممتا کا خصوصی جذبہ اتنا محدود نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں ممتا کی گہرائی ماؤں کی دوستوں سے بھی ملکر محسوس کی جاسکتی ہے۔ خدا ظہیر باجی کو سلامت رکھے انکو اپنی انجمن بلکہ ہم سب کی انجمن کی پچاسویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ کاش میں بھی اس وقت اس جشن میں شریک ہو سکتی۔

کنیز عابد نگیں

# کچھ سنہری باتیں

## بیگم علی رضا صاحبہ کا ایک انٹرویو

ایک ایسی تنظیم جس کا مقصد بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ اس کو قائم کرنا اور کامیابی کے ساتھ اس کو رواں دواں رکھنا اور اس کے مقاصد کو حاصل کر لینا اتنا آسان کام نہیں خصوصی طور پر جبکہ یہ کام مرد حضرات نے نہیں بلکہ خواتین نے انجام دیا ہو۔ بیگم علی رضا صاحبہ بھی ان خوش نصیب خواتین میں سے ایک ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں نہ صرف یہ کہ ایک بہترین بیوی، بہترین ماں ہونے کا ثبوت دیا بلکہ قوم کے لئے بھی انھوں نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

ایک ایسی انجمن قائم کی جو صرف خواتین پر مشتمل ہے اور اس انجمن نے کامیابی کے ساتھ ایک امام بارگاہ تعمیر کی جس کا سارا انتظام صرف اور صرف خواتین ہی کرتی ہیں اس میں مرد حضرات کا کوئی دخل نہیں ہے اور آج یہ امام بارگاہ بہترین طریقے سے دین کی خدمت کر رہا ہے اور تمام سال محافل و مجالس منعقد ہوتی ہیں جن سے بے شمار لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔

چونکہ یہ انجمن اپنے پچاس سال پورے کر رہی ہے اور اپنا جشن زریں منا رہی ہے تو خیال آیا کہ کیوں نہ اس انجمن کی بانی سرپرست اور سکریٹری بیگم علی رضا صاحبہ سے کچھ ان کی زبانی سنا جائے۔

سوال ۱ : آپ اپنے مذہبی رجحانات کے بارے میں کچھ بتائیے کہ یہ آپ کو ورثہ میں کہاں تک ملے اور خود آپ کی ذات کا اس سے کتنا تعلق ہے ؟

جواب : مجھے ورثہ میں اسطرح ملا ہے کہ میرے باپ اور دادا دونوں بے حد مذہبی تھے اور میرے دادا نے اپنی تمام جائداد خاندانی عزاداری کے نام وقف کر دی تھی اور ہم لوگ ۱۳ دن کے لئے عزاداری کرنے اپنے وطنی قصبہ جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ سے دل میں اسقدر جذبہ تھا کہ سال بھر ان دنوں کا انتظار رہتا تھا اور ایک میری خصوصیت یہ بھی تھی کہ میں مجلس میں بے حد زور و شور سے رویا کرتی تھی کہ بعض دفعہ لوگ مجھے مجلس میں بٹھانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

سوال : آپ نے خواتین کے لئے انجمن بنانے کی ضرورت کیوں محسوس کی ؟

جواب : میں نے خواتین کے لئے انجمن بنانے کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ قیام پاکستان کے بعد لوگوں کے پاس گھر بہت چھوٹے ہوتے تھے اور عزاداری بہت سارے گھروں میں ہوتی تھی جس کی وجہ سے وقت بھی کم پڑ جاتا تھا اور کوئی مجلس صحیح طریقے پر انجام نہیں پاتی تھی اس لئے یہ سوچا کہ کسی ایک مرکزی جگہ پر مجلس ہو جس میں کوئی اچھا ذاکر آئے جو شہادتِ حسینؑ کو صحیح طور پر بیان کر سکے اور لوگ اس کو سن کر کچھ لے کر اٹھیں۔

سوال : یہ انجمن کب اور کیسے قائم ہوئی ؟

جواب : ہم لوگ پہلے جٹ لینڈ لائن میں آباد ہوئے گھر کی پشت پر بہت بڑا ایک شیڈ تھا وہ ہم لوگوں نے محافل و مجالس کے لئے منتخب کیا اور حکومت سے باقاعدہ اجازت لی اور اس طرح وہاں مجلس میلاد کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ انجمن ۱۹۴۹ء میں قائم ہو گئی۔

سوال : اس انجمن کے قیام میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں ؟

جواب : اس انجمن کے قیام میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی بلکہ چونکہ اس وقت مرد اور خواتین کی کوئی انجمن نہیں تھی اس لئے تمام لوگوں نے اس کے قیام کو بے حد پسند کیا اور تعاون کیا اور تمام شہر کی خواتین یہاں آکر شرکت کرتی تھیں۔

سوال : اس انجمن کے مقاصد کیا کیا تھے ؟

جواب : یہ امام حسین کی درسگاہ ہے اس لئے اس کے مقاصد یہی تھے کہ لوگ یہاں سے کچھ سیکھ کر اٹھیں آپس میں میل جول بڑھے اور ذکرِ حسین کے صدقے میں آپس میں اتحاد ہو یگانگت ہو ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ ہو۔

سوال : آپ نے انجمن کے فرائض کو خوش اسلوبی سے نبھانے میں گھریلو طور پر بھی کوئی دشواری محسوس کی جبکہ ماشااللہ آپ اپنے بچوں کی ماں بھی ہیں ؟

جواب : نہیں کبھی کوئی دشواری محسوس نہیں کی کیونکہ مجھے ہمیشہ بہت سارے کام کرنے کی خواہش رہی ہے ماشااللہ سات بچوں کی ماں ہوں مگر کبھی بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہونے دی اور سب کی بہترین پرورش کی ساتھ ہی انجمن کا کام بھی کیا۔ اس کے علاوہ غریبوں کی امداد کی۔ مجھے وقت کی کمی کا احساس کبھی نہیں ہوا۔ ہر کام بہترین انداز سے انجام دیا اور دے رہی ہوں۔

سوال : آپ نے انجمن کے امور اور گھریلو امور میں توازن کس طرح برقرار رکھا؟

جواب : اس طرح رکھا کہ جب انجمن کا کام ہو تو انجمن کو اہمیت دی اور جب بچوں کا کام ہوا اس کو اہمیت دی اس سلسلے

میں مجھے اپنی والدہ سے بھی بڑی مدد ملی اور کچھ مدد اپنے نوکروں سے بھی ملی مگر بنیادی فرائض خود ہی ادا کیے۔

سوال : آپ نے انجمن کے جو مقاصد متعین کئے تھے ان میں آپ کہاں تک کامیاب ہیں ؟

جواب : اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں اپنے ہر مقصد میں بے حد کامیاب ہوں اور جس طرح میں چاہتی تھی آج اسی طرح سے امام بارگاہ میں مجالس و محافل منعقد ہوتی ہیں اور مجھے اطمینان ہوتا ہے کہ لوگوں تک پیغام پہنچ گیا۔ تنظیم کے سلسلے میں بھی میں جیسا نظم و نسق اور ضبط چاہتی تھی وہ ویسا ہی ہے اور میری تمام ساتھی بہترین ہیں میرے ساتھ مکمل تعاون کرتی ہیں۔

سوال : اب سے پچاس سال پہلے کی ذاکری اور اب موجودہ زمانے کی ذاکری میں خواتین کے حوالے سے آپ کیا فرق محسوس کرتی ہیں ؟

جواب : بہت فرق ہے۔ پچاس سال پہلے ذاکری زیادہ تر کتابوں سے دیکھ کر ہوتی تھی یا پھر میر انیسؔ کے مرثیہ تحت اللفاظ میں پڑھے جاتے تھے اس طرح کی ذاکری میں تمام طور پر زبان عام فہم نہیں ہوتی تھی اور ایک ہی مواد بار بار پڑھا جاتا تھا۔ لیکن آج ماشاللہ ذاکری بہت اعلیٰ پائے کی ہے اور ذاکرات بڑے سے بڑا فلسفہ آسان پیرائے میں بیان کر کے مجلس کے پیغام کو سامعین تک پہنچا دیتی ہیں۔

سوال : آپ اپنے مشن کی کامیابی سے مطمئن ہیں ؟

جواب : اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جو بھی مشن شروع کیا اس میں اپنی توقع سے زیادہ کامیاب ہوئی۔

سوال : کیا آپ اگلی نسل کو اس کا اہل سمجھتی ہیں کہ وہ آپ کے کام کو آنے والے وقتوں میں آپ کی طرح بہتر طور پر

انجام دے سکے ؟

جواب : آج کی نسل قابلیت میں ہم سے بہت زیادہ ہے اور وہ چاہے تو اس کام کو ہم سے بہت بہتر طور پر انجام دے سکتی ہے۔ اسی لئے ہماری کوشش ہے کہ ہم اگلی نسل میں اس جذبہ کو پیدا کریں ان کو شوق دلائیں کہ وہ اس ذکر کو سنیں پڑھیں اور آگے بڑھائیں کیونکہ اس ذکر محمد و آل محمد سے ہی اسلام کی سچی تعلیمات اور انسانیت کی بقاء وابستہ ہے۔

سوال : آپ کا کوئی پیغام قوم کی ماؤں بہنوں بیٹیوں کے نام ؟

جواب : میرا پیغام قوم کی ماؤں کے نام ہے کہ وہ اپنے بچوں کی جہاں دنیاوی تعلیم کا اہتمام کرتی ہیں ساتھ ہی ساتھ ان میں مذہبی جذبہ بھی پیدا کریں ان کو مذہبی واقعات کہانیوں کی شکل میں سنائیں ان میں شہادتِ حسین کے مقصد کو بیدار کریں اور ان کو سچا مومن بنائیں۔